نینا
تجھ سنگ لاگے
نیلم ریاست
پاکسوسائٹی ڈاٹ کام

تجھ سنگ نینا لاگے

نیلم ریاست

پاک سوسائٹی کے تحت شائع ہونے والے ناول " تجھ سنگ نینا لاگے " کے حقوق طبع و نقل بحق ویب سائٹ Paksociety۔com اور مصنفہ (نیلم ریاست) محفوظ ہیں۔
کسی بھی فرد، ادارے ، ڈائجسٹ ، ویب سائٹ ، ایپلیکیشن اور انٹرنیٹ کسی کے لئے بھی اس کے کسی حصے کی اشاعت یا کسی بھی ٹیوی چینل پر ڈرامہ و ڈرامائی تشکیل و ناول کی قسط کے کسی بھی طرح کے استعمال سے پہلے پبلشر (پاک سوسائٹی) سے تحریری اجازت لینا ضروری ہے۔ بہ صورت دیگر ادارہ قانونی چارہ جوئی اور بھاری جرمانہ عائد کرنے کا حق رکھتا ہے۔

روز کی طرح آج بھی اسکی آنکھ الارم کی پہلی گھنٹی پر ہی کھل گئی تھی۔ اس نے اسی وقت چارپائی چھوڑ دی۔۔ باتھ روم میں جانے سے پہلے دادا ابا کے پلنگ کے قریب کھڑے ہو کر انکی چلتی ہوئی سانسوں کا یقین کیا۔۔ اور جب انکے ہلکے ہلکے خراٹے سن کر دل کو تسلی حاصل ہو گئی تو وہ انکے کمرے کا دروازہ دھیرے سے کھولنے اور دوبارہ سے بند کرنے کے بعد باہر آ گئی۔ سیڑھیوں کی طرف جا رہی تھی مگر رک گئی۔ چھوٹی چھوٹی گوں گوں کی آواز نے ساری توجہ چھین لی لبوں پہ خود بخود مسکراہٹ دوڑ گئی۔ سٹور روم کے ساتھ والا کمرہ ثمرہ کا تھا۔ اور آج کل وہ اپنے چھوٹے سے گول گپے کے ساتھ رہنے آئی ہوئی تھی۔ دروازہ ان لاک ہی تھا اس کی بڑی وجہ یہ تھی کہ گھر پوری طرح سے بند تھا۔ مین اور سیڑھیوں والا دروازہ اگر لاک ہوتے تو باقی کوئی فکر نہیں تھی۔ کمرے میں نائٹ بلب کی روشنی پھیلی ہوئی تھی۔ ثمرہ کی رضائی تقریباً بیڈ سے نیچے پڑی تھی۔ خود وہ آنکھوں پر بلائنڈ فولڈر لگائے خراٹے بھر رہی تھی۔ پھر اس کی نظر اس وجود پر پڑی جس کی کشش میں اندر آئی تھی۔ چھ ماہ کا عبداللہ اماں کی ساری محنتوں سے دی گئی پیکنگ اکھیڑ اکھاڑ کر ننگا پڑا اپنے پیروں کے انگوٹھے منہ میں ڈالنے کی بھرپور کوشش میں تھا۔ مسکراتے ہوئے آگے آئی رضائی اٹھا کر ثمرہ پر ڈالی۔ اور بے بی کاٹ میں لیٹے عبداللہ کی طرف آئی۔۔ اسکو بھی اچھی طرح کمبل اوڑھا کر گود میں اٹھا لیا۔۔

"آپ کی صبح تو میرے ساتھ ہی ہوتی ہے ہنہ عبداللہ شہزادے۔۔" سرگوشیوں میں عبداللہ سے باتیں کرتی اسکی دودھ والی خالی بوتلیں اٹھا کر نائٹ بلب کو بھی بند کرتی باہر آ گئی۔ کچن کی لائٹ پہلے سے جلتی دیکھ کر تھوڑی حیرت بھی ہوئی مگر اندر کام کرتے رشید کو دیکھ کر اور بھی حیرت ہوئی۔

"رشید تم اتنے منہ اندھیرے کچن میں۔؟؟"

رشید اس کی آواز پر چونک کر پلٹا۔۔"آپ اٹھ گئیں چھوٹی بی بی چائے یا لسی کچھ بنا دوں۔۔۔؟؟۔۔"اس کے لئے رشید کے لہجے میں ہمیشہ عزت ہی ہوتی۔

"ارے نہیں میں تو بس عبد اللہ کے لئے دودھ لینے آئی ہوں مگر تم نے نہیں بتایا کیا واصف کی آج پھر کوئی ٹرپ ہے۔۔۔"

اسکی بات پہ رشید ہنس دیا۔۔"نہیں چھوٹی بی بی واصف بھائی کی ٹرپ ہو تو تیاری یوں خفیہ کب ہوتی ہے وہ تو چار دن پہلے سے ہی مینیو بتانے لگ جاتے ہیں۔۔یہ تو چھوٹے صاحب آئے ہیں ان کے لئے کافی بنا رہا ہوں۔۔۔لائیں یہ خالی بوتلیں مجھے دے دیں میں دھو کر پھر سے تیار کر دیتا ہوں۔۔ سبھی کو علم تھا کہ رشید کس کو چھوٹے صاحب کہہ کر مخاطب کرتا ہے۔اور اس کے منہ سے چھوٹے صاحب سنتے ہی امثال کے چہرے کا رنگ بدل گیا تھا۔چونکہ رشید کی نظروں سے یہ منظر چھپا نہیں تھا اسی لئے اب وہ اسے باتوں میں لگا کر دھیان بٹانا چاہ رہا تھا۔امثال نے آگے بڑھ کر فریج سے تازہ دودھ کا بنا پڑا فیڈر نکال کر مائیکروویو میں رکھا۔پھر سپاٹ سے لہجے میں رشید کو ہدایت دی۔۔۔"رشید خالی کافی مت دینا پہلے لسی پلوا کر پھر کافی دینا۔۔۔"رشید نے تابعداری سے سر اثبات میں ہلا دیا۔

"میں دے دوں گا باجی مجھے نہیں لگتا کہ وہ نا کریں گے۔چھوٹے صاحب میں ضد اور غصہ تو ہے ہی نہیں ہے جی۔بس سنجیدہ بہت ہیں بات کم کرتے ہیں مگر دل کے بڑے درویش ہیں۔"رشید بول رہا تھا اور امثال کے اندر باہر دھواں بھر رہا تھا۔وہ جلدی سے کچھ بھی کہے بغیر کچن سے نکل آئی۔اسی وقت وہ مین ڈور سے اندر آیا تھا۔یقیناً مسجد سے نماز پڑھ کر آرہا تھا۔کالے کھدر کے سوٹ پہ اس نے براؤن گرم چادر اوڑھی ہوئی تھی۔وہ بھی امثال کے وجود کو اسی طرح اگنور کرتا دادا کے کمرے کی جانب بڑھ گیا جیسے امثال اسکو نظر انداز کرتی سپیر روم میں چلی گئی۔کیونکہ اوپر اپنے بیڈروم میں اب وہ جانا ہی نہیں چاہتی تھی۔اور دل میں دعا کر رہی تھی کہ یا اللہ جب تک امی ابا عمرہ سے واپس نہیں آجاتے یہ وقت خیر سے گزر جائے۔

★★★★★

"امثال کی بچی بیمار پڑنے کا پروگرام تو نہیں تمہارا یہ املی کا پندرہواں پیکٹ ہے۔اور اب جو رات کو میری جان کھائی ناں کہ امی گلا بند ہو گیا ہے تو رکھ جوتے لگاؤں گی۔"امی کی ڈانٹ پر اس نے اپنے باب کٹ بالوں کو مخصوص سٹائل میں جھٹکا دیکر لاپرواہی سے کندھے اچکائے۔

"امی اپنی ڈانٹ سنبھال کر رکھیں کسی اور وقت کے لئے۔آج تو آپ کا کہا سچ ثابت ہونے والا نہیں ہے کیونکہ یہ جو املی آپکے سامنے میں نے کھائی ہے نا یہ کھٹی نہیں، میٹھی املی ہے۔۔اگر یقین نہیں تو چکھ کر دیکھ لیں۔۔۔"اس نے فٹ سے املی امی کے منہ کے آگے کی۔۔۔

"ارے ادھر سارُو اس سوغات کو تمہیں ہی مبارک ہو۔۔" امی نے اسکا ہاتھ جھٹک کر دور کر دیا۔۔۔ تو وہ واپس صوفے کی نرمیوں میں خود کو دفن کرتے ہوئے پر سوچ انداز میں بولی۔۔

"امی ایک بات تو بتائیں۔۔؟؟" امی نے الماس کی قمیض کی ترپائی کرتے ہوئے اک لمحے کو سر اٹھا کر اپنی لاڈلی بیٹی کے چہرے کو دیکھا۔۔

"پوچھو، ہو گا پھر کوئی الٹا سیدھا خیال۔۔" اس نے نفی میں سر ہلاتے ہوئے کہا۔۔

"ارے کہاں میری پیاری راج دلاری ماں۔۔۔ میں تو صرف یہ جاننا چاہ رہی تھی کہ کیا آپ پیدائشی سڑو ہیں یا شادی کے بعد ہوئیں۔۔؟؟۔۔۔" امی نے اپنا کام ترک کر کے اس بار اسکو ملامتی نظروں سے دیکھا۔۔

"بس انہی فضول باتوں اور سوالوں کے لئے تم میرے گھر پیدا ہوئی ہو۔۔۔" انکی بات اندر آتا ابسام جاری رکھتے ہوئے شروع ہو گیا۔۔۔

"خالہ اسکو اور بھی بہت سے کام کرنے تھے جس کے لئے دنیا میں آئی ہے مثلاً رسالے پڑھنا، موویز دیکھنا، لوگوں کی جھوٹی شکایتیں لگا کر ان کو ابا سے جھڑکیاں پڑوانا۔۔۔ ویسے بندریا کہیں کی! تمہیں شرم تو نہ آئی ہو گی ابا کو بتاتے کہ خالو جی ابسام دوستوں کے ساتھ سینما گیا ہے۔" اینڈ پہ اس نے امثال کی نقل اتارتے ہوئے کہا تھا۔۔ اور وہ اسکو نظر انداز کرتی بھاگ کے جا کر خالہ کے گلے لگی تھی۔۔

"میں نے آپکو اتنا مس کیا تھا۔ مجھے کوئی نہیں پتا، اگلی دفعہ جب آپ اپنی نند کے گاؤں جائیں گی میں بھی آپکے ساتھ چلوں گی۔۔۔" خالہ نے محبت سے اسکو ساتھ لگا کر دو تین بوسے لے ڈالے۔۔ دوسری طرف ابسام نے اپنی خالہ کو اشارہ کیا۔۔۔

"خالہ امی دیکھ رہی ہیں لوگ ہمیں جلانے کو کیسے پیار کا کھلا اظہار کر رہے ہیں ورنہ دیکھ لیجیے گا جس دن کلمے پڑھے گئے ناں۔۔ کہاں کی خالہ کہاں کی بھانجی، ظالم ساس اور سازشی بہو ہی بس دیکھنے کو ملے گی۔ بس آپ اور میرا پیار ہی سچا ثابت ہونا ہے۔۔۔"" وہ بھی خالہ کا ہاتھ پکڑ کر صوفے پہ انکے برابر بیٹھ گئی۔

"فکر نہ کرو۔ یہ میری ساس ہیں، تمہاری نہیں۔ ظلم بھی کریں گی تو پیار سے۔۔۔۔ اور جہاں تک رہی سازشی بہو کی بات تو مسٹر ابسام سکندر! سازشیں تو ہونی ہی ہونی ہیں مگر اپنی شہزادی خالہ کے نکھٹو بیٹے کے خلاف۔۔ کیوں خالہ۔۔۔!!" اس نے رائے خالہ سے مانگی جواب امی کی طرف سے خاصا گرم آیا۔

"کیا کروں میں تمہاری اس گز بھر لمبی زبان کا جسے چسکے لینے اور پٹر پٹر بے لگام دوڑنے کے سوا کوئی دوسرا کام نہیں۔" اس نے سنجیدہ ہونا کب سیکھا تھا۔ فٹ بولی:

"دو تو آپ نے گنوا دیئے ہیں۔ ویسے خالہ! میں آپکے گھر کیوں نہیں پیدا ہوئی؟ کتنا اچھا ہوتا اگر آپ میری امی ہوتیں اور ابسام میرے ماں باپ کی اولاد ہوتا۔۔" پہلے خود ہی آئیڈیا دیا پھر خود ہی بولی۔۔

"استغفار! یہ میں کیا چاہ رہی ہوں؟ اگر یہ امی کی اولاد ہوتا تو اسکا مطلب امی میری ساس ہوتیں۔۔۔ یا اللہ تیرا شکر یہ جو تو نے مجھے امی جیسی ہٹلر ساس نہیں دی۔"۔۔۔ بیٹی کی بات سن کر ساجدہ کو ہنسی بھی آئی غصہ بھی جو ہمیشہ کی طرح سوچے سمجھے بغیر بولتی چلی جا رہی تھی۔ حالانکہ انکا دل اس کے لمبے لمبے بے پرواہ قہقہوں سے ہمیشہ ڈرتا تھا۔ وہ دل کی سادہ تھی۔ ایک تو خالہ سے بچپن کا پیار تھا۔ اور عمارہ کی بھی تو اس میں جان تھی۔ ابسام ڈیڑھ سال کا تھا جب وہ دنیا میں آئی تھی۔ اس سے بڑی ایک بہن اور ایک چھوٹا بھائی تھا۔ مگر لاڈلی وہ ہی تھی۔ اسکی وجہ ہر وقت پٹر پٹر چلتی زبان ہی تھی۔۔ اگر کوئی کہانی پڑھ لی تو تب تک سکون نہ آیا جب تک ابو کو لفظ بلفظ سنا نہ لی۔ اسکی ہر بات میں بے ساختہ پن ہوتا۔ پتا نہیں یہ بات کس نے پہلے کی تھی کوئی کہتا ابسام کی دادی نے کوئی کہتا امثال کی دادی نے پر یہ بات اب سارے خاندان برادری میں مشہور تھی کہ امثال عمارہ کی بہو بنے گی۔۔ ابسام کے والد سکندر واپڈا میں ملازم تھے۔ پچھلے پندرہ سال سے اسی شہر میں تعینات تھے۔ امثال لوگوں کی پچھلی گلی میں انکا گھر تھا۔ وہ ہر روز شام کو انکے گھر پائی جاتی کبھی کرکٹ کبھی بیڈمنٹن اگر خالہ کے ساتھ ان کنڈیشنل پیار تھا تو خالو کے ساتھ ان کنڈیشنل یاری تھی۔

★★★★★★

عام طور پر وہ صرف پورے یا آدھے دن کے لئے آتا تھا۔ لنچ یا بڑے اصرار پر ڈنر کے لئے رکتا اور ڈنر کے فوراً بعد نکل جاتا ۔۔ اسکی نوکری اسلام آباد میں تھی۔ گھر والوں کے کہنے کے باوجود وہ اپنا ٹرانسفر نہیں کروانا چاہتا تھا۔ جو زندگی اس نے اپنے لئے چنی ہوئی تھی وہ فرار تھا اور اب اسے فرار میں ہی مزا آرہا تھا۔ اب بھی وہ کل سے گھر پر تھا اور کل ہی سے وہ ایک دفعہ بھی اپنے کمرے میں نہیں آئی تھی۔ اور نہ ہی اس نے خود سے اسے بلوایا تھا۔ مگر وہ سب دیکھ اور سمجھ رہا تھا کہ رشید کے ذریعے اس کے سب کام کروائے جا رہے تھے۔ جس طرح وہ سب کچھ خاموشی سے کر رہی تھی اسی طرح وہ بھی سب کچھ خاموشی سے دیکھ رہا تھا۔ اس وقت بھی تیار ہو کر نیچے آیا۔۔ سبھی سٹنگ روم میں ہی موجود تھے۔ اسے دیکھتے ہی عبداللہ کے ساتھ کھیلتے واصف کی زبان پہ کھجلی ہوئی تھی۔

"ارے آیئے! آیئے جناب!! بڑی بات ہے!!! حضور آج کل گھر پہ نظر آرہے ہیں۔ کہیں نوکری ختم تو نہیں ہوگئی۔" وہ واصف کی گود سے عبداللہ کو اٹھاتا وہیں اسکے برابر بیٹھ گیا۔۔

"نہیں یار نوکری سے دل اکتا گیا ہے اسلئے چار دن کی چھٹی لی ہے۔۔" واصف کو جواب دینے کے بعد وہ ادھر ادھر دیکھتے

ہوئے عبداللہ کی توجہ اپنی طرف کرنے کے لئے سیٹی بجانے لگا۔۔۔ جبکہ اس کی بات پر واصف ابھی تک منہ کھولے اپنے بڑے بھائی کی شکل دیکھ رہا تھا۔ ثمرہ نیچے کارپٹ پر بیٹھی عبداللہ کے دھلے ہوئے کپڑے تہ کر کر کے ٹوکری میں رکھ رہی تھی اور امثال دادا جی کے تخت پر انکے برابر بیٹھی کوئی کتاب پڑھ کر سنا رہی تھی۔ ثمرہ نے واصف کا منہ بند کرتے ہوئے خبردار کیا۔

"منہ بند کر لو نہیں تو مکھی چلی جائے گی۔" واصف کی ایکٹنگ عروج پہ تھی۔

"ارے عبداللہ کی ماں! جاؤ، بھاگ کر دادا جی کے کمرے سے آلا لیکر آؤ۔ اپنے بھائی کا بلڈ پریشر تو چیک کریں جناب کہہ رہے ہیں کہ انکا اپنی محبوبہ سے دل اکتا گیا ہے۔۔" وہ واصف کی طرف کوئی توجہ نہیں دے رہا تھا۔ مگر محبوبہ کے نام پہ امثال کے ہاتھ میں پکڑی کتاب نہ جانے کیسے گر گئی۔ سبھی کا دھیان اسکی طرف گیا سوائے اسکے شوہر کے۔۔ واصف نے تو دل کھول کر قہقہہ مارا ۔۔۔ اس نے عبداللہ کو اسکی ماں کی گود میں ڈالا اور واصف سے مخاطب ہوا۔

"اپنے ہاتھی سے دانت اندر کرو اور میرے ساتھ چلو ذرا ایک دوست کے ابو کا چالیسواں ہے افسوس کر آئیں۔۔۔" میں کیا اس گھر کا بڑا بوڑھا ہوں۔۔۔" واصف کے پاس فٹ سے جواب حاضر تھا۔

"نہ جاؤ، میں دادا جان کو لے جاتا ہوں۔۔" وہ آواز تھوڑی اونچی کر کے دادا جی سے پوچھنے لگا۔۔

"دادا ابو! چلیں ایک فوتگی کا افسوس کر آئیں۔۔۔۔" آدھے ممتاز مفتی کی کتاب میں گم دادا جی نے بھی سر نفی میں ہلا دیا۔۔

"او یار، تم جانتے تو ہو مجھ بڈھے سے تو دس منٹ تک لگاتار بیٹھا نہیں جاتا۔ ایویں ادھر کوئی نئی مصیبت بناؤ گے۔۔۔ تم امثال کو لے جاؤ۔۔۔" دادا جی کے مشورے پر جہاں اسکی نظر بے اختیار اس جھکے ہوئے سر کی طرف گئی تھی وہیں واصف تالی بجا کر دادا جی کو داد دیتا پٹوسی مار کر ایک ہی جست میں انکے برابر جا بیٹھا۔۔۔

"یہ کی ناں بات! آج آپ نے ثابت کر دیا کہ شیر جوان آخر شیر جوان ہی ہوتے ہیں۔" واصف کے بیٹھتے ہی امثال تقریباً چیخ اٹھی۔۔۔

"دیکھ کر موٹو! دادا کی عینک پر بیٹھ گئے ہو۔۔۔" بات تو کوئی نہیں ہوئی تھی۔ مگر پھر بھی کچھ لمحوں کے لئے ہر کوئی اپنی جگہ تھم سا گیا۔۔۔ اور امثال کے شوہر کی نظریں اپنی بیوی کے چہرے سے ہٹنے کی انکاری ہو گئی تھیں۔۔ ثمرہ نے ایک نظر سر جھکائے اپنے ہونٹ کاٹتی امثال کو دیکھا پھر اپنے بھائی کی گہری سنجیدگی میں چھپی اذیت کو تو آنکھوں میں آنسو آ گئے۔ جنہیں صاف کرتی لہجے میں بشاشت پیدا کرتے ہوئے بولی۔۔۔

"دادا جی ٹھیک کہہ رہے ہیں بھابھی! آپ تیار ہو جائیں آپ ہی بھائی کے ساتھ جائیں۔۔" امثال نے سر اٹھا کر ثمرہ کی جانب دیکھا تو اسکے چہرے پہ پھیلی دہشت اور سراسیمگی دیکھ کر ان چاروں کے دل کٹ گئے تھے۔ وہ فوراً کتاب چھوڑ کر کھڑی ہو گئی۔

"میں۔۔!!۔ میں بھلا وہاں جا کر کیا کروں گی اور ویسے بھی گھر پہ اتنے کام ہیں۔۔ میرا نہیں خیال میرا جانا ممکن ہے۔۔۔"
اس سے پہلے کہ وہ وہاں سے غائب ہوتی واصف نے آگے بڑھ کر اسکا ہاتھ تھام لیا۔۔
"کام وغیرہ کی فکر کیوں کرتی ہیں؟ یہ آپکا موٹو ہے ناں! سب دیکھ لونگا آپ جاؤ اور واپسی پہ میرے اور عبداللہ کے لئے بر گر بھی لانا۔۔" اس نے منت بھری نظروں سے واصف کو دیکھتے ہوئے ہاتھ چھڑانا چاہا۔۔ مگر آج واصف کچھ سوچ چکا تھا۔ اس نے امثال کے آگے اپنے ہاتھ جوڑ دیئے۔۔
"میں معافی مانگتا ہوں۔ میں ہم سب کی طرف سے آپ سے معافی مانگتا ہوں۔ جو کچھ ہوا تھا اس میں نہ آپکا قصور تھا نہ میرے بھائی کا پھر آپ دونوں ایک دوسرے کو کس بات کی سزا دے رہے ہیں۔۔" امثال کے چہرے پہ پتھروں سی سختی تو در آئی پر رنگ دھلے لٹھے سا ہو گیا۔ اس نے واصف کے بندھے ہوئے ہاتھ کھول دیئے۔ بولی تو آواز کانپ رہی تھی۔
"آج کے بعد ایسی کوئی بات مت کرنا واصے! زیادتی کل بھی میرے ابو سے ہوئی تھی اور آج بھی۔ نتیجہ کل بھی میں نے بھگتا تھا آج بھی میں ہی بھگت رہی ہوں۔۔۔ مگر فرق جانتے ہو کیا ہے؟ کل مجھے کوئی شکوہ نہیں تھا۔ جو بھی انکا فیصلہ تھا انکو میرے باپ کی حیثیت سے حق تھا اور یہ حق میں نے ان کو بہ خوشی دیا تھا۔ آگے جو ہوا وہ میرا نصیب۔ مگر اب جو ہوا ہے نا مجھے جینے نہیں دیتا۔ میرا دم گھٹتا ہے یہ سوچ کر کہ میرے بڑوں نے زبردستی مجھے کسی کے سر پر تھوپ دیا۔" وہ گویا اسکی موجودگی سے غافل ہو گئی تھی۔ پہلے وہ سارا سین یوں دیکھتا اور سنتا رہا جیسے یہ اسکے گھر کی نہیں کسی ڈرامے کی سٹوری چل رہی ہو۔۔ مگر امثال کی آخری بات نے اسے اپنی جگہ سے اٹھ کر اسکے مقابل آنے پہ مجبور کر دیا۔۔۔
"کس کی بات کر رہی ہو۔۔۔؟؟؟" اسکی آواز اپنے قریب سنتے ہی وہ بت بن گئی۔ تیزی سے وہاں سے ہٹ جانا چاہا مگر اس نے سامنے آکر راستہ روک دیا۔۔۔
"آج سرِ محفل موضوع چھڑ ہی گیا ہے تو بات کرنے میں کیا حرج ہے۔۔۔""یوں تو پچھلے چھ ماہ سے دونوں نکاح کے مقدس بندھن میں بندھے ہوئے تھے۔ مگر آج پورے چار سال بعد وہ اس سے براہ راست مخاطب ہوا تھا۔ امثال کو یوں لگا جیسے سینے میں سے ساری آکسیجن ختم ہو گئی ہو۔۔۔ وہ آج چار سال بعد پھٹی آنکھوں سے اسے اپنے قریب کھڑا دیکھ رہی تھی۔ اسکے سامنے کھڑے آدمی کی شکل پہ رقم تھا کہ وہ بڑی لمبی مسافت طے کر کے اس تک آیا ہے۔۔ جس چہرے پہ ہمہ وقت شوخیاں اور مسکراہٹیں بکھری رہتی تھیں اب اسکی شخصیت ہی نہیں ہر وقت بولتی رہنے والی آنکھیں بھی خاموش تھیں۔
""میرا راستہ چھوڑ دو۔۔۔۔" بات درمیان میں ہی رہ گئی کیونکہ یکایک اسکی ٹانگوں نے بوجھ اٹھانے سے انکار کر دیا۔ تاریکی میں ڈوبتے ذہن میں بس ایک احساس بچا تھا کہ اسکو تھامنے کے لئے جس کے ہاتھ اسکی جانب بڑھے تھے وہ ابھی تک اسکا نہیں

تھا۔ وہ شاندار، آن بان والا شخص جس کے سر پہ اب سفید بال زیادہ اور کالے کم تھے، ہر لحاظ سے مکمل تھا، اسکی دسترس میں تھا مگر اسکا نہیں تھا۔ وہ بے ہوش ہو کر گرنے لگی تھی مگر اس نے اسکو گرنے نہیں دیا بلکہ اسکو اپنی کسی قیمتی متاع کی طرح سنبھال لیا۔۔۔ تینوں بہن بھائیوں کے ہاتھوں کے طوطے اڑ گئے۔ ڈاکٹر کی ہدایت کے بعد امی ابو نے بھی سختی سے منع کیا ہوا تھا کہ اس گھر میں کوئی کبھی امثال سے اس موضوع پر کوئی بات نہیں کرے گا۔ اور آج یونہی باتوں میں بات ہاتھ سے نکل گئی تھی۔ اگلے پانچ دس منٹ تک بھی اسکو ہوش نہیں آیا تھا۔ ثمرہ تو باقاعدہ رو رہی تھی۔ دادا جی نے ثمرہ کو ڈانٹ دیا۔۔ ""ثمی پتر! تم تو چپ کرو۔ اور تم دونوں بھائی اسکو ہسپتال لے جاؤ۔ میرا دل گھبرا رہا ہے۔ کب کی یونہی بے سدھ پڑی ہے۔"" اس نے واصف کو گاڑی نکالنے کا کہا اور خود اسکو اٹھا کر باہر گاڑی تک لایا۔۔۔ ہسپتال والوں نے جاتے ہی ایڈمٹ کر لیا۔۔ اسکا نروس بریک ڈاؤن ہوا تھا۔۔

★★★★★★★

"آپ یہ کیا کہہ رہے ہیں۔۔؟؟۔ بھلا ایسا کیسے ممکن ہے۔۔؟؟۔ سبھی لوگ آج عید کے ڈنر پر ساجدہ کی طرف انوائٹ تھے۔ تب الماس کی شادی کو دو سال ہو چکے تھے اور وہ اپنی ساس سسر اور بچے سمیت موجود تھی۔ امثال کے ددھیال سے پھوپھیاں چاچو غرضیکہ دونوں طرف کی پوری فیملی جمع تھی جب اعجاز صاحب نے سب کے سروں پر بم پھوڑا۔۔

"مجھے آپ سب لوگوں کی تھوڑی سی توجہ چاہئے۔" جب وہ اپنی سیٹ سے کھڑے ہو کر بولے تو بچوں سمیت بڑوں کی توجہ بھی حاصل ہو گئی۔۔

"اصل میں امثال کے لئے ایک بہت اچھا رشتہ آیا ہے۔ لڑکا سول انجینئر ہے میرے دوست کا بیٹا ہے۔" وہ بول رہے تھے اور وہاں موجود باقی ہر بندے کو جیسے سانپ سونگھ گیا۔۔ سب سے پہلے عمارہ کو بولنے کا ہوش آیا۔۔

"آپ یہ کیا کہہ رہے ہیں۔ ایسا کیسے ہو سکتا ہے۔۔؟؟" انہوں نے اس دفعہ براہ راست عمارہ سے ہی بات کی۔۔

"دیکھو عمارہ! تم خود سمجھدار ہو تمہارے بیٹے کی تو ابھی تعلیم بھی مکمل نہیں ہوئی اور کیا گارنٹی ہے کہ کل کو کوئی نوکری کرے گا یا نہیں۔ تم لوگوں کے پاس سوائے سکندر کی آمدنی کے اور تو کوئی ذریعہ بھی نہیں، تمام والدین کو یہ حق حاصل ہے کہ وہ اپنی اولاد کے لئے بہتر سے بہتر کا انتخاب کریں۔ ابسام اور امثال کا رشتہ آگے چل کر اتنا کامیاب ہوتا دکھائی نہیں دیتا۔ میاں بیوی میں سے کسی ایک کو تو سنجیدہ مزاج ہونا چاہئے۔ یہاں ابسام امثال سے بھی دو ہاتھ آگے ہے۔۔" سکندر اور ابسام تو دونوں سر جھکا کر اعجاز کی باتیں سن رہے تھے مگر عمارہ نے تھل تھل بہتے آنسو پلو سے صاف کئے۔

"اعجاز بھائی جب شادی کا وقت آئے گا ابسام ایسا تھوڑی رہے گا اور میرا بیٹا ماشاءاللہ بہت ذہین ہے۔ دیکھ لیجیے گا بہت ترقی کرے گا۔" اعجاز نے انہیں درمیان میں ہی ٹوک دیا۔۔

"سکندر! عمارہ کو سمجھاؤ، پاگلوں جیسی باتیں نہ کرے۔ میں مہینے دو میں امثال کی شادی فرید کے ساتھ کر رہا ہوں۔۔ تمہارے بیٹے کو اسٹیبلش ہونے کے لئے سالوں درکار ہیں اور میں کسی سراب کی امید میں اپنی بیٹی کو نہیں بٹھا سکتا۔۔۔ اور آپ سب لوگوں کے سامنے بات کرنے کا مقصد ہی یہی تھا کہ دوبارہ کوئی مجھ سے اس موضوع پر بات نہ کرے کیونکہ یہ میرا آخری فیصلہ ہے۔۔"سکندر اپنی جگہ سے کھڑے ہوئے اور عمارہ اور بچوں کو بھی چلنے کا اشارہ دیا۔۔

""اعجاز بھائی! آپکی ہر بات اپنی جگہ درست، مگر اچھا ہوتا اگر آپ بچوں کی خوشی کا خیال کر لیتے۔۔۔""سکندر کی بات پر اعجاز کے چہرے پر مسکراہٹ دوڑ گئی۔

"سکندر! امثال میری بیٹی ہے اور میں اسکی رگ رگ سے واقف ہوں۔ اگر اس بات میں ذرا سا بھی مجھے شک ہوتا کہ امثال کی مرضی باپ کے سوا ہوگی تو یوں تم سب لوگوں کے سامنے اس طرح کھل کر بات نہ کرتا۔۔۔"باپ کے یہ الفاظ امثال کے جلتے ہوئے دل پر ٹھنڈی برف بن کر ایسے گرے کے ہر مزاحم جذبہ مر گیا۔ اندر باہر پرسکون خاموشی چھا گئی۔ رات کو سونے کے لئے اپنے کمرے میں آئی تو الماس نے اسے اسکا فون تھمایا جس پر پندرہ کے قریب ابسام کی مس کالیں آئی ہوئی تھیں۔۔ اس نے سارے لاگ کلیئر کر دیئے سارے میسج پڑھے بغیر ڈیلیٹ کرتے ہی اپنا فون ہمیشہ کے لئے بند کر دیا۔ ساجدہ سر کھپا کھپا کر تنگ آگئیں تو خاموشی سے ہتھیار ڈال دیئے اور رہ گئی امثال تو اس نے باپ کے خلاف ہتھیار اٹھائے ہی نہیں تھے۔ اس دن صبح الماس نے اسکے کمرے میں آکر اطلاع دی کہ آج اسکا لہنگا خریدنا ہے تو امی اسکو ساتھ چلنے کا بول رہی ہیں جلدی تیار ہو کر آو۔۔۔ امثال نے کوئی سوال جواب نہ دیا۔ تیار ہو کر الماس اور امی کے ساتھ چل دی۔۔۔ الماس نہ جانے کن انجان اور قدرے سنسان رستوں پر گاڑی بھگا رہی تھی۔۔ مارکیٹ کا راستہ تو دوسری جانب تھا۔ اور جب اس نے گاڑی روڈ پر ہی ایک طرف کھڑی کی تو وہاں سکندر ماموں کی گاڑی پہلے سے کھڑی دیکھ کر امثال کو اپنا گلا خشک ہوتا محسوس ہوا۔۔۔ اس نے شکوہ بھری نظروں سے الماس کو دیکھا۔ جس نے جواب میں کندھے اچکا دیئے۔۔ امی الماس کے ساتھ اگلی سیٹ پر تھیں۔ ابسام آکر پچھلی سیٹ پر امثال کے برابر بیٹھ گیا۔۔۔ کچھ لمحے وہ امثال کو اپنی سرخ ہوتی آنکھوں سے گھورتا رہا۔۔ جبکہ امثال نے ایک دفعہ بھی اسکی طرف نہ دیکھا۔۔۔

"تو اب میں اتنا برا ہو گیا ہوں کہ نہ تم مجھ سے بات کرنا پسند کرتی ہو نہ ہی میری شکل دیکھنا چاہتی ہو۔۔۔"ابسام کے لہجے میں غصہ تھا۔

"تمہیں اس طرح سے یہاں مجھے روکنا نہیں چاہئے تھا۔۔"وہ ٹھہرے ہوئے لہجے میں بولی تو جواب میں وہ پھٹ پڑا۔۔۔

"فون میرا تم اٹھاتی نہیں ہو، گھر تمہارے آنے کی مجھے اب اجازت نہیں ہے تو اور میں کیا کروں۔۔۔"امثال مسلسل باہر دیکھ رہی تھی۔

"تم اچھی طرح جانتے ہو میرے ابو اپنا فیصلہ بدلنے والوں میں سے نہیں ہیں۔ جو بات انہوں نے کر دی ہے وہی فائنل ہے۔اس حقیقت کو مان لو اور آئندہ مجھ سے کزن کی حیثیت سے ملنے تم میرے گھر بھی آسکتے ہو مگر اور کسی تعلق کو حوالہ بنا کر مجھے یوں چوروں کی طرح نہ ملنا۔۔۔" ابسام نے زور زور سے اپنا سر اثبات میں ہلایا۔۔

"تم باپ بیٹی تو بڑے با اصول لوگ نکلے بھائی۔۔ اگر تمہیں یاد ہو تو مجھ سے تمہارا جو تعلق ماضی میں جوڑا گیا تھا وہ بھی تمہارے باپ کی مرضی سے جڑا تھا۔ پھر وہاں تم نے اس سے کیوں نہیں پوچھا کہ کیوں اب زبان سے پھر گیا۔۔" دونوں اس بات سے بے پرواہ بولتے جارہے تھے کہ اگلی سیٹ پر بیٹھیں ساجدہ کتنی مشکل سے اپنی ہچکیاں دبا رہی تھیں۔ ااس دفعہ اس نے ابسام کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر جواب دیا۔۔۔

"ابسام سکندر! تمیز سے بات کرو۔۔۔ اور کونسا میں تمہارے نکاح میں رہی ہوں۔۔۔ منگنی تھی تمہارے ساتھ میری اور جانتے ہو منگنی کی شرعی کوئی حیثیت نہیں ہوتی۔ کیا میں نے آج تک کبھی تم سے کسی قسم کا کوئی جذباتی پن کا اظہار کیا۔۔۔ جہاں تک رہی مذاق کی بات تو کزن ہونے کی حیثیت سے سب کے ساتھ میرا رویہ ہمیشہ ایک سا رہا ہے۔۔ ہاں اگر کوئی اب بھی مجھے چننے کا حق دیتا تو میں اپنی خالہ کی بہو بننا پسند کرتی۔۔۔ مگر یہاں ایسا کوئی معاملہ نہیں ہے اسلئے آئندہ اس موضوع کو مت چھیڑنا۔۔" اپنی بات بڑے تحمل اور مضبوط لہجے میں پوری کرنے کے بعد اس نے رخ موڑ لیا۔۔ ابسام تھوڑی دیر تک خاموشی سے اسکی کہی سب باتوں کو اپنے اندر جذب کرتا رہا۔۔ بالآخر دھیمے لہجے میں بولا۔۔

"عاشق تو میں تمہارا تھا ہی نہیں کہ اب تمہاری شادی کے روز خودکشی کی کوشش کروں یا ناکام عاشقوں کی طرح دکھی گانے سن سن کر روؤں۔۔۔ پر جانتی ہو میری انا کو بہت ٹھیس پہنچی ہے اور اس وقت شدید بلبلاہٹ کا شکار ہے۔۔۔ جی چاہتا ہے کہ تمہیں جان سے مار دوں یا کم از کم ان لوگوں کو ہی کچھ کہہ سکوں جنہوں نے یہ نام نہاد شوشا چھوڑا تھا۔۔" پھر وہ اپنے پیچھے گاڑی کا دروازہ اس قدر زور سے بند کر کے گیا کہ امثال اپنی جگہ اچھل کر رہ گئی۔ اگلے چند سیکنڈوں میں ابسام کی گاڑی دھول اڑاتی ہوئی منظر سے غائب ہوگئی۔۔۔ امثال جو ابھی تک بڑی مضبوطی سے قائم تھی ایک دم سے پھوٹ پھوٹ کر رو دی۔۔۔۔۔۔،

فرید میں ہر وہ خوبی تھی جو اسکو ظاہری طور پر پرکشش بناتی۔۔ وہ تنہا دو مربع اراضی کا مالک تھا۔ دو عدد نئے ماڈل کی بڑی گاڑیاں اسکی ذاتی ملکیت تھیں۔ اچھا کھانا، اعلیٰ اوڑھنا! شادی کے شروع کے دنوں میں جتنی دفعہ وہ میکے آئی خوب پھل مٹھائیوں سے لدی ہوئی آتی۔ یہ اتنی بڑی گاڑی سمیت ڈرائیور کے چھوڑنے اور لے جانے آتی۔ مگر فرید مصروفیت کی بنا پر صرف ایک دفعہ ہی آیا۔۔ امثال کے شادی سے پہلے کے بے ساختہ قہقہے جن سے ماں کا دل ہمیشہ ڈولتا تھا اب دھیمی سی مسکراہٹ میں ڈھل گئے۔ پہلے تو مہینے میں ایک چکر لگا ہی لیتی تھی پھر دو دو مہینے گزر جاتے فون تک نہ کرتی ماں باپ دل کے ہاتھوں مجبور ہو کر فون کرتے تو نوکر

جواب دیتے"

بی بی فرید صاحب کے ساتھ باہر گئیں ہیں۔" ماں باپ یہی سوچ کر پر سکون ہو جاتے کہ اپنے گھر خوش اور مگن ہے چلو جب فرصت ہو گی ملنے آجائے گی۔ جتنی دفعہ آتی اسکی صحت پہلے سے بھی مرجھائی ہوئی ہوتی مگر ہر دفعہ مسکرا کر ماں باپ کو تسلیاں دیکر مطمئن کر جاتی۔ ایک سال کا عرصہ یونہی سامنے نظر آنے والی حقیقتوں کو جھٹلاتے گزرا۔۔۔ دوسری طرف عمارہ اور سکندر امثال کی شادی کے تین ماہ بعد ہی ملتان سے لاہور شفٹ ہو گئے تھے۔ دونوں گھروں میں آنا جانا ملنا ملانا سب گئے دنوں کی باتیں ہو گئیں۔ عمارہ اور سکندر نے تو کسی قسم کے فیملی فنکشن میں شرکت بھی مصروفیت کی بنا پر ترک کر دی ہوئی تھیں۔۔ کبھی کسی جگہ فوتگی وغیرہ پر بھی بہنوں کا سامنا ہو جاتا تو ایک دوسرے سے سلام بھی نظریں چراتے ہوئے لیا جاتا۔ الماس کا ویزہ آگیا تھا اور وہ بچوں سمیت میاں کے پاس جانے کی تیاریوں میں تھی۔ امثال کے گھر فون پہ فون کیا مگر ہر دفعہ ملازم اٹھا کر کوئی نہ کوئی بہانہ بنا دیتا۔ پھر خود ہی دو دن بعد آگئی۔ عام سا سوٹ تھا جسکا رنگ اڑ کر بدرنگ ہو چکا تھا۔ پیروں میں عام سی گھر میں پہنی جانے والی چپل چہرے پہ بے رونقی اور آنکھوں میں دنیا بھر کی ویرانی۔ ساجدہ نے بے اختیار روتے ہوئے اسے گلے سے لگالیا۔۔۔

"یہ کیا اپنی حالت بنالی ہوئی ہے۔؟؟""اس نے ماں سے نظر چرائی۔

"مجھے اپنا کوئی جوڑا دیدیں یا الماس آپا کا کوپرانا جوڑا پڑا ہو تو وہ دیدیں میں ابو کے گھر آنے سے پہلے بدل لیتی ہوں آپ بھی انکو کچھ مت بتایئے گا۔۔ اصل میں فرید کی اماں نے مجھے آنے کی اجازت دی تو میں نے جلدی میں کپڑے بھی نہ بدلے کہ کہیں پھر وہ اپنا فیصلہ نہ بدل لیں۔۔ کبھی کبھی وہ بہت سخت رویہ اپنا لیتی ہیں۔" وہ ایک ٹرانس میں بول رہی تھی اور ساجدہ کے آنسو بھل بھل بہہ رہے تھے۔

"مجھے پتا تھا تم وہاں خوش نہیں ہو۔۔" ساجدہ ہچکیوں کے درمیان بولیں تو امثال نے تیزی سے انکے ہونٹوں پر اپنا ابھری ہڈیوں والا ہاتھ رکھ دیا۔

"نہ امی! پلیز، ایسا نہ بولیں! میری اتنے عرصے کی محنت پر پانی پھر جائے گا۔ امی میری ساس کو میری پہلی منگنی کا علم نہیں ہے اگر بھنک بھی پڑی نا تو میری نیک نامی پر دھبہ لگ جائے گا۔۔ اور یقین مانیں میں خوش ہوں۔ سب کو خوش رکھنے کی پوری کوشش بھی کرتی ہوں۔ مگر وہ لوگ پھر بھی ناراض ہی رہتے ہیں۔ اصل میں جو انکا مطالبہ تھا وہ پورا کرنے سے میں نے انکار کر دیا اسلئے ناراض ہو کر فرید نے دوسری شادی کر لی۔ مگر آپ فکر نہ کریں تھوڑا غصے والا ہے کبھی کبھی ہاتھ بھی اٹھا لیتا ہے مگر دل کا برا نہیں ہے۔۔" وہ تو جیسے بہت عرصے بعد بیٹھی تھی تو دل کا سارا غبار نکال کر اٹھتی مگر دروازے کے قریب جو کھڑا کھڑا لہرا کر گرا تھا ۔وہ امثال کا باپ تھا۔ اس دن انکو پہلا ہارٹ اٹیک آیا تھا۔ الماس کا جانا فی الحال ملتوی ہو گیا۔ سب کی توجہ اعجاز کی طرف ہو گئی جو ایک

دن میں ہی بوڑھے ہو گئے۔ کچھ بہتر ہو کر گھر آئے اور فرید کے باپ سے جو کہ انکا اپنا دوست رہا تھا اپنی بیٹی کا قصور جاننا چاہا تو معلوم ہوا فرید چاہتا تھا کہ امثال اپنے باپ کی جائیداد میں اپنا حصہ طلب کرے جسکو سنتے ہی امثال نے قطعاً انکار کر دیا۔ اسکو اسکے انکار کا مزا چکھانے کے لئے فرید نے اپنی گرل فرینڈ سے شادی کر لی تھی۔ اور اب اس گھر میں امثال کی حیثیت نوکروں سے زیادہ نہ تھی۔ اور ان کے مطابق یہ سب امثال کے انکار کا نتیجہ تھا۔ اگر اچھی بیوی ثابت ہوتی تو بھلا فرید کو کیا پڑی تھی دوسری شادی کرنے کی۔ اوپر سے شادی کو سوا سال ہونے کو آیا تھا پر ابھی تک امثال کی جانب سے کوئی خوش خبری نہ ملی جبکہ دوسری بیوی سے فرید کو آتے ہی اچھی خبر ملی تھی۔ امثال کے ساس سسر نے رات کو فون پر اعجاز اور ساجدہ کو انکی بیٹی کی نالائقیاں گنوائیں اور دن چڑھتے ہی فرید کی طرف سے رجسٹری سے طلاق وصول ہو گئی۔ جس باب کو اعجاز نے بڑی خوشی سے شروع کیا تھا اور انکی بیٹی نے اپنا خون دے کر لکھا تھا وہ یونہی خاموشی سے ختم ہو گیا۔ الماس امریکہ چلی گئی۔ ٹیپو اپنی پڑھائی میں سر دے کر اور بھی خاموش ہو گیا۔ اور امثال ساری ہمتیں مجتمع کر کے اپنے ماں باپ کو سنبھالنے لگی۔ کبھی کبھی سب سے چھپ کر رو بھی لیتی۔ ایک دن امی سے بولی۔۔

"کیا میں نوکری کر کے کسی ہوسٹل میں رہ لوں۔۔؟؟" اسکی عدت پوری ہوئے بھی مہینے گزر چکے تھے۔ ساجدہ اسکی بات پر ہکابکا رہ گئیں۔

"ایسی بات کیوں کی تم نے۔۔۔؟؟" "وہ بے بسی سے ماں کی طرف دیکھتے ہوئے بولی۔۔

"اصل میں لوگ تو یہی سمجھتے ہوں گے نہ کہ میرے جیسی لاپرواہ اور ماہی منڈا سی لڑکی کی شادی اگر ٹوٹی ہے تو اس میں میرا ہی قصور ہو گا مجھے سنجیدگی سے رشتے نبھانے آئے ہی نہیں ہونگے۔۔ اس لئے اگر میں ہاسٹل میں رہوں گی تو کسی کو کیا پتا چلے گا۔ لوگ پوچھیں تو کہہ دیا کرنا کہ سسرال میں ہے۔۔۔" ساجدہ نے اپنی اس بیٹی کی شکل دیکھی جسکو شادی سے پہلے انڈہ تک ابالنا نہ آتا تھا۔ جس نے اپنے کپڑے تک نہ کبھی خود سے دھوئے نہ استری کئے تھے۔ جو کھانا بھی ماں سے نکلوا کر کھاتی۔ آج سارے گھر کی صفائیاں وہ دن اگنے سے پہلے کر دیتی۔ ماں باپ بھائی کے کپڑے دھونے اور استری کرنے کے بعد انکے کمرے میں تیار ملتے۔ کھانا تینوں وقت کا عین ٹائم پر تازہ گرم گرم ملتا۔ وہ سر سے پاؤں تک بدل گئی تھی۔ کبھی کبھی سارا سارا دن گزر جاتا مگر اسکی آواز سننے کو نہ ملتی۔ ساجدہ جب بہت دیر تک اسکو اک ٹک غور سے دیکھتی رہیں تو اس نے انکا بازو کھینچ کر متوجہ کیا۔۔

"امی آپ نے جواب نہیں دیا۔۔" ساجدہ چونک کر کھڑی ہوئیں ساتھ ہی اسکا بھی بازو پکڑ کر کھڑا کر لیا اور لیجا کر اعجاز کے سامنے کھڑا کر دیا اور بولیں۔۔

"امثال آج میں تمہیں بتانا چاہتی ہوں کہ مجھے تم پہ فخر ہے کہ تم میری بیٹی ہو۔۔ تمہاری شادی کرتے وقت غلطی ہم لوگوں سے ہو گئی تھی ان لوگوں کو پرکھنے میں، اور میں تو سوچ بھی نہیں سکتی تھی کہ میری بیٹی اتنی معاملہ فہم ہے اپنے مسائل خود ہی

خاموشی سے حل کرتی رہی مگر تم یہ بھول گئیں کہ صبر بھی اک حد تک کیا جاتا ہے۔ اچھا ہوا ان لوگوں نے خود سے طلاق بھیج دی کیونکہ میرا اور تمہارے ابو کا تمہیں وہاں واپس بھیجنے کا کوئی ارادہ نہیں تھا۔ تمہیں سر جھکا کر شرمندگی کی زندگی گزارنے کی کوئی ضرورت نہیں! ایسا تو وہ کریں جو غلط تھے میری جان! تمہارا تو کہیں کوئی قصور ہے ہی نہیں۔۔ تم ہاسٹل میں رہنا چاہتی ہو رہ لو تمہارے ابو داخلہ کروا دیں گے، تم نوکری کرنا چاہتی ہو کر لو، مگر لوگوں کے ڈر سے نہیں۔ جو بھی کرنا ہے اپنی مرضی اور خوشی کے لئے کرو۔۔۔ لوگوں کی ہمیں کبھی کوئی پرواہ نہیں رہی۔" ساجدہ بول رہی تھیں اور اعجاز اس دوران خاموشی سے سر جھکا کر کھڑی امثال کا جائزہ لیتے رہے۔۔ پھر نرمی سے اسے مخاطب کرتے ہوئے اپنے برابر بیٹھنے کا اشارہ کیا۔ وہ ویسے ہی چپ چاپ ان کے پاس بیٹھ گئی۔ اعجاز نے شفقت سے اسے اپنے ساتھ لگایا۔۔

"نوکری کرنا چاہتی ہو تب بھی کوئی مسئلہ نہیں لیکن اگر آگے پڑھنا چاہو تب بھی میں تمہارا داخلہ کروا دیتا ہوں۔" اس نے نفی میں سر ہلایا۔

"فرید کی امی کہتی تھیں کہ میں بہت کوڑھ مغز ہوں کہیں کوئی چیز رکھ دوں تو یاد نہیں رہتا کہاں رکھی تھی۔ کھانا پکانے کھڑی ہوتی ہوں تو نہ جانے کہاں کھو جاتی ہوں کہ کھانا جل جائے تو مجھے بدبو تک نہیں آتی۔۔ ابو سچ بتا رہی ہوں وہ یہ سب باتیں جھوٹ میں کہتی تھیں مجھے فرید سے ڈانٹ پڑوانے کے لئے مگر ابو مجھے لگتا ہے اب ان کی کہی باتیں سچ ہوتی جا رہی ہیں۔ میں اب کام پہ ہی اور زیادہ توجہ دیتی ہوں۔ اور پڑھائی تو مجھ سے اب کبھی نہیں ہو سکے گی۔ میں تو نوکری بھی نہیں کر پاؤں گی۔ کیونکہ یہ دونوں کام ذمہ داری والے ہیں۔ اور ابو جی مجھے نہیں لگتا کہ میں کوئی ذمہ داری اٹھانے کی اہل بھی ہوں۔ وہ تو لوگوں کی باتوں کی وجہ سے میں نے سوچا نوکری کے بہانے منظر سے ہٹ جاتی ہوں۔۔" اسکی باتوں نے اعجاز اور ساجدہ کے دل پر خنجر چلائے تھے مگر دونوں ہی اسکے سامنے نارمل رہے اپنے آنسو اندر ہی پی گئے۔۔ کچھ دیر خود کو حوصلہ دے لینے کے بعد اعجاز گلا صاف کرتے ہوئے بولے۔۔

"میں نے کل گھر واپسی پر دیکھا تھا یہ جو پچھلی گلی میں ایک نیا کوچنگ سینٹر کھلا ہے نا، وہاں پر پرائمری کے بچوں کے لئے میتھ کی ٹیوٹر کی ضرورت ہے اور میری بیٹی کا تو سپیشل سبجیکٹ ہی یہی رہا ہے۔۔ میرا تو خیال ہے وہیں جوائن کر لو کسی غریب کا بھلا ہو جائے اور اگر نہیں تو پھر بیسٹ آئیڈیا ہے کہ صنعت زار میں داخلہ لے لو نئے دوست بناؤ، گزرے وقت اور لوگ دونوں کو بھول جاؤ۔۔۔

"اس نے صاف انکار کرنا چاہا مگر ابو نہ مانے۔۔" تم یہ جو وقت گھر پہ سارا وقت خاموشی سے کاموں میں مگن گزارتی ہو نا، یہ تمہارے ذہن کو زنگ آلود کر رہا ہے۔۔ تمہارے پاس اگر کوئی اور آئیڈیا ہے تو بتاؤ۔ ورنہ یہ جو دو مشورے میں نے دیئے ہیں ان میں سے ایک چن لو۔۔" وہ تھوڑی دیر سنجیدگی سے ابو کا چہرہ دیکھتی رہی۔۔۔ پچھلی گلی میں تو قدم رکھے بھی زمانے بیت گئے تھے۔ پچھلی گلی کا نام سن کر ہی آنکھوں کے سامنے کئی یادیں اور چہرے گھوم گئے۔ اس نے دھیمے سے لہجے میں اپنا فیصلہ سنا دیا۔۔۔

"صنعت زار۔۔۔ ""

ایک دن ٹیپو کے ساتھ جا کر ساری معلومات لے آئی انٹیریر ڈیزائننگ میں چھ ماہ کا ڈپلومہ کورس کروایا جا رہا تھا۔ اسی میں داخلہ کروا آئی۔ مصروف تو پہلے بھی رہتی تھی۔ اب اور بھی مگن ہوگئی۔ زندگی آہستہ آہستہ کسی ڈگر کو چل ہی پڑی تھی۔ فارغ وقت میں ٹیپو کی فرمائش پر نئے کھانوں کے تجربے ہونے لگے۔۔ فون پر الماس کو گھر میں پردے اور کارپٹ کی کلر سکیم پر مشورے دیئے جانے لگے۔ ساجدہ کی کوششوں سے، جو اسے وقتاً فوقتاً، کبھی لاڈ سے کبھی سختی سے، کھانے کی چیزیں کھلاتی رہتی تھیں اب دوبارہ سے چہرے پہ گلابی پن جھلکنے لگا تھا۔ اسکے لباس بھی ساجدہ خود نہ لا کر تیار کرواتیں تو اسے خود ضرورت ہی محسوس نہ ہوتی۔ اس طرح کی چھوٹی چھوٹی کئی اور باتیں ساجدہ الماس کے سامنے شئیر کر کے رو پڑتیں کہ اسے اپنی ہم عمر لڑکیوں کی طرح بننے سنورنے کا کوئی شوق وچاہت ہی نہ رہی تھی۔ الماس جواب میں انہیں تسلی دیتی کہ وقت کے ساتھ ٹھیک ہو جائے گی۔ جیسے بھی تھا زندگی پر سکون ہو ہی گئی تھی کہ لاہور سے ایک پتھر آیا اور طوفان ہی اٹھا گیا۔

عمارہ اور سکندر نے ساڑھے تین سال بعد انکے گھر کی دہلیز پار کی اور ان تین سالوں کی مسافت تیس سالوں کے برابر محسوس ہوئی تھی۔ آتے ہی انہوں نے سیدھے لفظوں میں کہا۔۔ ""اعجاز بھائی ہمارے بیٹے کی امانت آپ کے گھر تھی جو غلطی سے آپ نے غلط پتے پہ بھیج دی۔ آج ہم اسے آپ سے دوبارہ مانگنے آئے ہیں۔ ہمیں ہاں یا نہ نہیں چاہئے بس یہ بتا دیں کہ ہم بیٹی کو لینے کس دن آئیں۔۔ " ان لوگوں کی اعلیٰ ظرفی پر اعجاز کی آنکھوں میں آنسو آ گئے۔ ساجدہ تو جیسے پھر سے دنیا پہ آ گئیں۔ الماس، ٹیپو، ثمرہ، اور واصف کی تو جیسے عید ہوگئی۔ مگر امثال نے سنا تو ہتھے سے اکھڑ گئی۔ اسکا اس رشتے سے صفاچٹ انکار سب کی منتوں سے بھی نہ بدلا۔ لاڈ پیار سے سمجھانے سے، ڈانٹنے سے، پر اس پہ کسی کی کسی بات کا کوئی اثر نہ ہوا۔۔ وہ نرم خو، پیار کرنے والی امثال، ضدی اور ہٹ دھرم ہوگئی۔ اسکی فکر نے انہی دنوں اعجاز کا آئی سی یو کا دوسرا چکر لگوا دیا۔۔ اور کسی کے آگے نہ ہارنے والی امثال باپ کے پیار کے آگے ہار مان گئی۔ اپنی برادری اور خاندان کے لوگوں کی موجودگی میں امانت اپنے اصل حق دار کو مل گئی۔ جہاں کا ٹکڑا تھا آخر وہیں آ لگا۔ مگر اب کی بار وہ دونوں اک دوسرے کے لئے اجنبی ثابت ہوئے۔ امثال نے شادی والے روز کپڑے تو پہن لئے مگر میک اپ کروانے سے انکار کر دیا۔۔ مہندی تک نہ لگائی۔ تو دوسری طرف بھی ساری فیملی تو خوب بن ٹھن کر رعب سے آئی سوائے اس کے جسکا نکاح تھا۔ ابسام نے نہ گلے میں مالا پہنی نہ ہی نیا سوٹ یا جوتے پہنے وہی کئی دفعہ کا پہنا سادہ سا شلوار سوٹ پہن کر نکاح پڑھوانے آ گیا۔۔ امثال کے کانوں تک کئی جملے پہنچے کسی نے کہا

"لگتا نہیں کہ ابسام اپنی رضامندی سے آیا ہے۔۔ "کوئی بولی" ارے تم نے دیکھا وہ کتنا سنجیدہ اور چپ بیٹھا تھا۔" پر ایک فقرہ اسکی دور و نزدیک کی تقریباً ہر کزن نے آ کر اس سے کہا تھا۔۔

"ہائے اللہ امثال تمہارا دولہا تو اتنا سوبر اور باوقار لگ رہا ہے۔۔۔"

اور اس سوبر اور باوقار نظر آنے والے دولہے نے نکاح کے وقت ڈیڑھ کروڑ کا حق مہر نہ صرف لکھوایا بلکہ اپنی جیب سے حق مہر کا چیک نکال کر نکاح خواں کے سامنے رکھ دیا۔ سارے حال میں چہ میگوئیاں ہونے لگیں۔ اور جب وہ چیک امثال تک آیا تو توہین کی شدت سے چہرہ خون رنگ ہو گیا۔ جی چاہا بھرے مجمے میں جا کر اس چیک کے ٹکڑے ٹکڑے کر کے اسکے منہ پہ مار آئے۔ مگر ایسا کر نہ پائی۔ اور رخصت ہو کر لاہور آ گئی۔ جہاں اسکا دل و جان سے استقبال ہوا۔ یہ الگ بات کہ دولہا سارے منظر کے دوران سرے سے ہی غائب رہا پھر بھی امثال نے ایک نظر تک نہ اٹھا کر دیکھا۔ گھر پہ مہمان نہ ہونے کے برابر ہی آئے تھے ورنہ زیادہ ہال سے ہی چلے گئے تھے۔ اور جو مہمان تھے وہ بھی نیچے ہی سما گئے۔ اوپر والا پورا پورشن صرف امثال اور ابسام کے حوالے کر دیا۔ وہ کمرے میں بند ہو گئی اور دولہا میاں سٹنگ روم میں بیٹھے مزے سے سی این این پہ آنے والا خبر نامہ دیکھتے دیکھتے وہیں سو گئے۔ اور دو دن بعد اپنا بیگ پکڑے واپس اسلام آباد ڈیوٹی پہ جا حاضری دی۔ دونوں کی جو بیگانگی اور لاتعلقی پہلے دن تھی شادی کے چھ ماہ بعد تک بھی ویسے ہی قائم تھی۔

☆☆☆☆☆☆☆☆☆

"امی چلیں نا! پہلے ہی زیاد کے صبح سے تین فون آ چکے ہیں۔ وہ ابھی لینے آنا چاہ رہا ہے۔ میں نے شام تک کی اجازت لی ہے۔ اور اب اگر اس کے آنے کے وقت میں گھر میں ہونے کی بجائے مارکیٹ میں گھوم رہی ہوئی تو ڈانٹ پڑنی پکی ہے۔۔" عمارہ نے سر پیٹ لیا۔۔

"ثمرہ میں سخت تنگ ہوں تمہارے ان کاموں سے۔ دو دن سے تم جا رہی ہو بازار اور پھر بھی تمہاری چیزیں نہیں پوری ہوئی ہیں۔ چڑی کے بوٹ سا تمہارا بچہ الگ پریشان ہوتا ہے اوپر سے اس وقت گھر پہ آپا اور اعجاز بھائی آئے ہوئے ہیں۔ انکو اکیلا بٹھا کر میں گھر سے نکل جاؤں؟ کوئی عقل سے کام لیا کرو اور ایسی کوئی ایمرجنسی نہیں ہے کہ سب کچھ ابھی ہی آئے۔ جو چیزیں رہ جائیں گی۔ بعد میں ہم خرید کر واصف کے ہاتھ بھیج دیں گے۔ اب جاؤ، جا کر اپنا سامان پیک کرو پھر زیاد غصہ کرے گا جب عین وقت پر چیزیں اکٹھی کرنے بیٹھو گی۔۔" عمارہ کی باتوں پر ثمرہ صبر کے گھونٹ بھرتی بولی۔۔

"سامان امثال نے سارا پیک کر دیا ہوا ہے۔۔" عمارہ کی تیوری چڑھ گئی۔

"میری بیٹی کی طبعیت ابھی پوری طرح سنبھلی بھی نہیں اور تم نے اپنے کام اس کے سر ڈال بھی دیئے۔" ثمرہ نے ناک سے مکھی اڑائی۔

"معاف کیجیے گا مگر آپ کی جو بیٹی ہے نا، مجھے تو کسی کام کو ہاتھ تک نہیں لگانے دیتی کہ جیسے قیامت ہی آ جائے گی۔" عمارہ

گہری سانس کھینچ کر رہ گئیں۔ کیونکہ ثمرہ سچ ہی کہہ رہی تھی۔ ثمرہ نے ماں کے چہرے پر اداسی دیکھی تو اپنی جگہ سے اٹھ کر ان کے پاس آگئی۔

"آپ امثال کو سمجھاتی کیوں نہیں ہیں۔ سات ماہ پورے ہوگئے ہیں ان لوگوں کی شادی کو اور اس دن پہلی دفعہ بھائی نے براہ راست امثال کو مخاطب کیا تھا۔ اور اسکا جو نتیجہ ہوا آپ نے بھی دیکھ لیا ہے۔ اب بالکل ٹھیک سب کے ساتھ ہنس بول رہی ہوگی ابھی بھائی آجائیں تو دیکھئے گا اسکے چہرے کا رنگ ہی بدل جاتا ہے۔" عمارہ نے اداسی سے سر اثبات میں ہلایا۔

"میری تو خود سمجھ میں نہیں آتا میں کیا کروں۔ تم ذرا ابسام کا نمبر ملاؤنا! اسکی تو خبر لوں۔۔" ثمرہ نے پرس سے اپنا موبائل برآمد کیا۔۔

"ابھی تو آفس میں ہونگے۔ ہو سکتا ہے فون نہ اٹھائیں۔" ثمرہ نے نمبر ملایا اور چوتھی بیل پر ہی اس نے فون اٹھالیا تھا۔۔"

اسلام علیکم ہمشیرہ خیریت جو اس وقت کال کی۔۔

"ثمرہ کے چہرے پہ مسکراہٹ دوڑ گئی کیونکہ وہ اسے ہمیشہ شام کے وقت ہی فون کرتی تھی۔" آپکی بیگم صاحبہ آپکے لئے اداس ہو رہی تھیں کہ بہت دن سے اپنے سرتاج کی آواز تک نہیں سنی میں نے سوچا آپ سے انکی بات کروا کر نیکی ہی کمالوں۔۔"

دوسری طرف خاموشی چھاگئی بات تو وہ کوئی اور کرنے جارہی تھی مگر اسی وقت امثال کو دیکھ کر شرارت سوجھی جو کہ عمارہ کو سکندر کا پیغام دینے آئی تھی کہ وہ آپکو باہر بلا رہے ہیں۔

"خالہ جانی آپکو باہر بلا رہے ہیں۔"" لائن کی دوسری طرف بھی یہ آواز گئی تھی۔ دھڑکنوں میں کچھ اتھل پتھل ہوئی تھی۔ ثمرہ نے کچھ بھی سوچنے سمجھنے کا موقع دیئے بغیر فون امثال کے حوالے کیا۔

"بھابھی اگر اس گھر کے کسی فرد سے تھوڑی سی بھی محبت ہے نہ تو پلیز لائن مت کاٹنا۔ ہم سب کا اتنا خیال رکھتی ہو ہمیں بھی تو موقع دو اپنے لئے کچھ کرنے کا۔ ان کے روبرو ہو کر بات نہیں کرنی تو نہ کرو دونوں فون پر تو حال احوال پوچھ سکتے ہو ناں۔ بھائی تم بھی پلیز فون بند مت کرنا۔۔" اپنی بات مکمل کر کے ثمرہ نے عمارہ کا ہاتھ تھاما۔۔

"آئیں امی باہر خالہ لوگوں کے پاس چل کر بیٹھتے ہیں۔" اگلے لمحے وہ باہر نکل کر دروازہ باہر سے بند کر گئی۔ امثال ہکا بکا اپنی جگہ کھڑی رہ گئی۔ جس ہتھیلی پہ فون رکھا تھا وہ ہتھیلی بری طرح کانپ رہی تھی۔ وہ کبھی بند دروازے کو دیکھتی کبھی ہتھیلی پر رکھے فون کو۔ اچانک فون کی تاریک سکرین روشن ہوئی تو سامنے وہ تھا۔ تھری پیس سوٹ پر سوبر سا ہیر سٹائل خوبصورت چہرے پہ نرمی کا تاثر۔ امثال کو یہ بھی معلوم نہ تھا کہ وہ بھی اسکو دیکھ رہا تھا۔ فون کو سامنے رکھ کر کتنی دیر تک اسکے چہرے کو دیکھتی رہی۔ جو کہ بے حس و حرکت نظر آرہا تھا۔ جب امثال کو یقین ہونے لگا کہ وہ لائیو نہیں بلکہ اسکی تصویر نظر آرہی ہے تو دوسری طرف اسکے وجود

میں حرکت پیدا ہوئی۔ اچانک پیچھے کچھ آوازیں آئی تھیں جیسے کوئی دروازے پہ ناک کرکے اندر آیا ہو۔۔ ابسام نے فون کی سکرین سے نظر ہٹا کر سامنے دیکھتے ہوئے کہا۔۔

"یار میری میٹنگ ذرا کینسل کر دو اور دیکھو جب تک میں نہ کہوں کسی کو اندر مت آنے دینا۔۔" آنے والا جو کوئی بھی تھا "یس سر!" کہتا ہوا دروازہ بند کرکے چلا گیا۔ اب ایک دفعہ پھر وہ دونوں آمنے سامنے تھے۔ کچھ دیر تک یونہی خاموشی سے تکتے رہنے کے بعد وہ بولا تو لہجے میں انتہا کی نرمی تھی۔

"تمہاری طبیعت اب کیسی ہے۔۔؟؟" اس نے ضبط کرنے کی بہت کوشش کی مگر آنسو نے اختیار ہو کر بہتے چلے گئے۔ اسکے سوال کے جواب میں ڈھیروں آنسو دیتی چلی گئی۔ دوسری جانب اسکے چہرے سے ہی اسکی بے چینی چھلکنے لگی۔ پہلے تو تحمل سے انتظار کرتا رہا کہ اب چپ کرتی ہے مگر جب سلسلہ طویل نکل پڑا تو سختی کے ساتھ حکم دیا۔۔

"امثال۔۔۔!!۔۔۔ اب بس۔۔۔!!۔۔۔ سنا تم نے میں کیا کہہ رہا ہوں۔۔No more tears, woman!"

۔۔ امثال کی مزید شدت سے ہچکی بندھ گئی۔ ابسام نے اپنی لیپ ٹاپ کی سکرین پر نرمی سے ہاتھ پھیرتے ہوئے اسکے آنسو صاف کرنے چاہے۔۔۔

"کیوں کر رہی ہو ایسا۔۔؟؟" تھوری دیر تک اسکو اپنی سرخ ہوتی آنکھوں سے دیکھتا رہا۔ پھر اپنی سیٹ سے کھڑا ہو کر جیکٹ اتار کر کرسی کی پشت پر ڈالی کف کھول کر فولڈ کیئے اور ٹائی کی ناٹ ڈھیلی کرتے کالر کا اوپری بٹن کھولتا ہوا واپس اپنی جگہ پہ بیٹھ گیا۔۔ یہ سب عمل اس نے اپنا اضطراب اور بے چینی کو کم کرنے کی ایک کوشش میں کیا تھا۔

"کبھی تمہیں یہ خیال آیا ہے کہ میں بھی گوشت پوست کا بنا ہوا ایک عام سا انسان ہوں امثال۔۔۔ میں سمجھ سکتا ہوں کہ تم اداس ہو، دکھی بھی ہو، جانتا ہوں بڑی آزمائش سے گزرنا پڑا۔۔۔ مگر یہ بھی تو سوچو! زندگی نے اچھا تو میرے ساتھ بھی نہیں کیا۔ میری دوست چھن گئی۔ وہ لڑکی جسکو بچپن سے ہی دل میں بٹھا دیا گیا تھا کہ میری ہے اچانک سے کسی اور کے حوالے کر دی گئی۔ جانتی ہو ان گزرے سالوں میں ایک رات بھی میں سکون کی نیند نہیں سویا ہوں۔۔ ایک وقت پہ مجھے لگتا تھا کہ میں پاگل ہو جاؤں گا ۔۔۔ پھر خود کو ملامت کرتا کہ یار! ایک لڑکی ہی تو تھی۔ ہوگئی شادی کہیں اور what's the bloody big deal ۔۔۔ ۔ کیا مجھے اور لڑکی نہیں ملنے لگی؟ ۔۔ اور اس مقام پر میرا دل چاہتا تھا عورتوں کی طرح اونچی اونچی آواز میں بین کر کے روؤں ۔۔۔ کہ یار مجھے لڑکیوں سے کیا لینا؟ میری تو وہ تھی۔۔" امثال نے اسے درمیان میں ٹوکا۔۔

"جب تم آخری دفعہ مجھ سے ملے تھے تم نے خود کہا تھا کہ تمہیں مجھ سے کوئی عشق نہیں تھا جو دکھی گانے سن کر روتے رہو گے پھر تمہیں تو سکون کی نیند سونا چاہیئے تھا۔۔" ابسام کے چہرے پہ خوبصورت سی نرم مسکراہٹ پھیل گئی۔

"وہ میری غلط فہمی ثابت ہوئی۔۔جب تک تم قریب رہیں۔۔۔کبھی ایسا کوئی خیال جو نہیں آیا تھا۔ایک دفعہ دور کیا ہوئی ہو ہر طرف تم ہی تم رہ گئیں تھیں۔ابسام کی تو ذات ہی ختم ہو گئی۔امثال مجھے اندازہ تک نہیں تھا۔یقین کرو میں تو سوچ بھی نہیں سکتا تھا کہ تم نے میرے اندر اتنی گہرائی تک جڑیں پھیلائی ہوئی ہیں۔"وہ ایک ٹک اسکا چمکتا ہوا چہرہ دیکھ رہی تھی۔۔۔اچانک امثال نہ جانے کس احساس کے زیر اثر پریشان سی ہو گئی۔تھوڑی دیر پہلے جو اپنی سی لگ رہی تھی یک دم پھر اس کی آنکھیں اجنبی ہو گئیں۔وہ جو بہت غور سے اسکو پڑھ رہا تھا۔فوراًالرٹ ہوا۔۔۔

"میری ایک دو باتیں غور سے سن لو پھر میں تمہارا زیادہ وقت نہیں لونگا تم بڑے آرام سے جاکر اپنے خالہ خالو اور دوسرے سب رشتوں کی خدمتیں کرتی رہنا۔۔۔تم اس رشتے سے خوش نہیں ہو۔۔۔یہ بات اگر تم نہ بھی کہو تو تمہارے چہرے پہ اتنی واضح لکھی ملتی ہے کہ پوچھنے کی ضرورت باقی نہیں رہتی۔۔۔تم ٹینشن کا شکار مت ہوا کرو۔ٹینشن کری ایٹ کرنے والی تو میری ذات ہی ہے نا!کیونکہ باقی سب فیملی کے ساتھ تو تم نارمل ہو۔اک فقط میری ذات سے تمہیں سب بکھیڑے ہیں تو میں ختم کر دونگا۔۔۔پہلے بھی جب تم نے اپنے والد صاحب کا ساتھ دیا تھا میں نے کوئی اعتراض تو نہیں کیا تھا۔ہاں تھوڑا سا احتجاج تو یار امیرا حق تھا۔ورنہ بقول شاعر۔۔۔

میں نے خوش ہو کر لٹنا گوارا کیا
سمجھا تیری خوشی کو میں اپنی خوشی
میں نے تیرے اشاروں کا رکھا بھرم
تو نے چاہا جہاں میں وہاں لٹ گیا۔

اور یہ بھی شاعر نے شائد میرے لئے ہی کہا کہ

تو نے اپنا بنا کر نظر پھیر لی
میرے دل کا سکون نہ رہا لٹ گیا
مجھ کو لوٹا تیرے عشق نے جانِ جاں
میں تیرے عشق میں جانِ جاں لٹ گیا

میں کل بھی خاموشی سے ایک طرف ہو گیا تھا۔آج بھی ہو جاؤنگا۔بتاؤ!اس سے تمہاری پریشانی کم ہو جائے گی۔۔"وہ پھر سے رونا شروع ہو گئی تو ابسام گہری سانس بھر کر رہ گیا۔۔

"اگر میں تم سے بھی علیحدگی لے لونگی تو ابو یہی سوچیں گے کہ میں نے انکو معاف نہیں کیا حالانکہ مجھے ان سے سوائے

تمہارے ساتھ شادی کروانے کے اور کوئی شکوہ نہیں ہے اگر مجھے ذرا بھی علم ہوتا کہ یہ میری شادی تم سے کروادیں گے تو میں کبھی فرید سے علیحدگی نہ لیتی۔ میں اس کے پیر پڑ جاتی کسی بھی طرح اسکو منالیتی کہ اپنی چار دیواری میں رہنے دے۔۔۔ نہ رکھتا وہ مجھ سے کوئی تعلق بدلے میں، ہفتے میں ایک دفعہ ہاتھ اٹھانے کی بجائے روز مار لیتا مگر پھر بھی اُس زندگی کی ذلت اس موجودہ زندگی سے کم ہی ہوتی۔ اب تو میں اپنے آپ سے بھی آنکھ ملانے کے قابل نہیں رہی ہوں۔۔۔"

وہ اپنی بھنوؤں کے درمیانی حصے میں انگلی پھیر رہا تھا۔ بڑے ٹھہرے اور سرد لہجے میں شروع ہوا۔۔۔" یہ ساری بکواس کرنے کی بجائے تم ایک ہی دفعہ مجھے گولی کیوں نہیں مار دیتی ہو۔۔۔ یا کہو تو میں خود اپنے آپ کو شوٹ کر کے تمہاری پریشانی دور کر دوں۔۔"

امثال اسکے لہجے سے خائف ہو کر دھیمے سے بولی۔۔" ایسی باتیں نہ کرو۔۔۔"

جواب میں جھنجلا اٹھا۔۔ ایسی نہیں تو اور کیسی باتیں کروں؟ میری بیوی مجھے بولے کے میرے ساتھ زندگی گزارنا اسکے لئے ذلت کا باعث ہے تو کیا اس بات پر مجھے فخر سے سینہ چوڑا کر کے چوک میں اپنا بت لگوانا چاہیئے کہ آنے جانے والے مجھ پر پھولوں کے ہار ڈال کر گزریں۔۔۔"

امثال اسکا غصہ دیکھ کر گڑبڑا گئی۔" میں نے بیوی کی حیثیت سے تھوڑی ایسا بولا ہے۔۔" اسکی بات پر فٹ سوال آیا تھا۔۔

" اچھا تو کیا میری گرل فرینڈ کی حیثیت سے ارشاد فرمایا ہے۔۔؟؟"۔۔ وہ آگے سے خاموش ہی ہو گئی۔ ابسام نے اپنے بالوں میں ہاتھ پھیرا۔۔"" میری ایک بات مانو گی۔۔؟؟۔۔ میں اس وقت آفس میں ہوں زیادہ لمبی بات نہیں کر سکتا اور ویسے بھی یہ مسئلہ فون پہ بیٹھ کر حل ہونے والا نہیں ہے۔۔ اس لیے میں تمہارے لیے ٹکٹ کروا دیتا ہوں تم ادھر آ جاؤ! پھر بات کریں گے۔۔"

اسکی بات کے دوران ہی امثال نے نفی میں سر ہلانا شروع کر دیا۔"" میں ہرگز بھی وہاں نہیں آؤں گی۔۔"

ابسام کے ماتھے پر تعجب سے تیوری آئی۔"" پوچھ سکتا ہوں کہ کیوں نہیں؟۔۔"" اس نے پھر نفی میں سر ہلایا۔۔۔ تو وہ نرم ہو گیا۔۔"" تمہیں علم ہے کہ ساری فیملی کو ہم دونوں کہ وجہ سے کتنی ٹینشن ہے اور تمہیں لگتا ہے کہ اعجاز ماموں کی صحت سٹریس برداشت کر سکتی ہے۔۔۔"

وہ درمیان میں ہی جھنجلا کر قدرے اونچی آواز میں بولی۔۔۔"" یہ بھی اچھا طریقہ ہے! اعجاز ماموں کی صحت دکھا کر نکاح نامے پر سائن کروالیے۔ اعجاز ماموں کی صحت دکھا کر آج اپنے پاس بلا رہے ہو، کل کو اعجاز ماموں کی ہی صحت دکھا کر بچے پیدا کروا لو گے۔۔۔" جذباتی پن میں بولتے ہوئے اندازہ ہی نہ ہوا کہ کیا بول گئی ہوں۔۔ مگر دوسری طرف ابسام کے بے اختیار اور بے ساختہ ابھرنے والے بھرپور قہقہے نے شرمندہ کر دیا۔۔۔ وہ بھی ہنستا تو ہنستا چلا گیا۔۔۔ امثال کو اور کچھ نہ سوجھا تو لائن ہی کاٹ دی۔۔۔" اب

http://paksociety.com

پاک سوسائٹی ڈاٹ کام پر موجود آل ٹائم بیسٹ سیلرز:-

ایسی بھی کوئی بات نہیں بول دی کہ دانت ہی اندر نہ ہوں۔۔۔"فون پر کال آرہی تھی مگر اس نے کال اٹھانے کی بجائے فون بیڈ پر پھینک دیا۔۔اور خود بڑبڑاتے ہوئے انگلیاں چٹخنے لگی۔۔۔فون جب چیخ چیخ کر بند ہو جاتا تو دو سیکنڈ کے وقفے کے بعد دوبارہ سے چیخنے لگتا۔۔۔اس نے جیسے کان ہی بند کر لیے فون وہیں چھوڑ کر باہر آ گئی۔ سیٹنگ روم کے دروازے کے پاس ہی پہنچی تھی کہ اندر موجود سب افراد اپنی باتیں چھوڑ اسکی شکل دیکھنے لگے۔۔۔

اس نے تعجب سے باری باری سب کی شکل دیکھی "کیا میرے سینگ نکل آئے ہیں۔؟؟"پوچھنے کے ساتھ ہی اس نے اپنے سر پر ہاتھ پھیرا۔۔۔سب سے اونچا قہقہہ اسکے اپنے والد کا تھا۔ جو اسکو پیار بھری نظروں سے دیکھ رہے تھے۔ انکے چہرے پہ چمکتی خوشی نے امثال کو مبہوت کر دیا۔۔۔ذہن میں سوال ابھرا کہ کیا واقعی میری ذات میرے باپ کے لئے اتنی اہمیت کی حامل ہے۔ میرے ابسام کے ساتھ بات کرنے سے ہی ان سب افراد کے چہرے کھل اٹھے ہیں۔۔ابو نے اشارہ کرکے اپنے قریب آکر بیٹھنے کا بولا تو وہ چلتی ہوئی انکے قریب آکر بیٹھ گئی اور اپنا سر انکے کندھے سے لگا لیا۔۔دنیا میں سب رشتوں میں اسے اپنا باپ عزیز تھا۔ جو اس سے دھیمی سی آواز میں سہلیوں کی طرح پوچھنے لگے۔۔۔"پھر کچھ بتایا تمہارے میاں نے کب گھر آ رہا ہے۔۔۔"

ابھی فون پر بات کرنے سے پہلے وہ یہیں سے اٹھ کر اندر گئی تھی تب ابو بڑے سنجیدہ سے بیٹھے ہوئے تھے۔ بلکہ اک عرصہ ہوا اس نے انکو یوں شرارتی لہجے میں بولتے نہیں دیکھا تھا۔ بہت ڈھیر سارے آنسو چپ چاپ دل کی زمین کو نم کرتے چلے گئے اور وہ بظاہر دھیمے سے مسکرا کر بولی۔۔"نہیں ابو ابھی وہ نہیں آ رہا۔۔۔""ان کے چہرے پر تاریک سایہ لہرا گیا۔"بلکہ مجھے وہاں آنے کا کہہ رہا ہے۔۔"اسی پل وہ چہرہ پھر سے کھل اٹھا۔ آنکھوں میں نمی گھل گئی۔ سارے حال میں آوازیں گونجنے لگیں۔۔"اچھا! یہ تو بڑی اچھی بات ہے تمہاری بھی آؤٹنگ ہو جائے گی۔۔"یہ خالہ کی آواز تھی۔۔

جبکہ خالو بولے۔۔۔"میں ابھی سیٹ کنفرم کروانے کے لئے فون کرتا ہوں۔۔ہو سکتا ہے شام کی ہی مل جائے۔۔۔"

ثمرہ بولی۔۔""چلو! آ! میں تمہاری وارڈروب میں سے اچھے اچھے کپڑے نکال دوں اور وہ جو میرا ہی پیرٹ سوٹ ہے نا! اسکی فٹنگ بہت زیادہ ہے وہ بھی تم رکھ لینا۔۔۔"

امی بولیں۔۔"میں اور عمارہ مارکیٹ کا چکر لگا آتی ہیں۔ جو بھی چاہئے لسٹ بنا دو۔۔۔"

وہ حیران پریشان رہ گئی، اک دم چلائی۔۔۔۔۔۔۔با۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔س۔۔۔!!!!۔سب پہ خاموشی چھا گئی۔۔"سچی میں مجھے علم ہوتا نا کہ آپ لوگ مجھے یہاں سے نکال کر اتنے خوش ہونگے تو میں کبھی بھی اپنے معصوم سے شوہر کو وہاں نوکروں کے اوپر چھوڑ کر یہاں نہ رکتی۔۔۔۔سچی کہتے ہیں کہ بھلائی کا کوئی زمانہ نہیں ہے۔۔۔اینڈ تھینک یو ویری مچ آپ لوگوں کو کچھ بھی تکلیف کرنے کی ضرورت نہیں ہے سیٹ وہ خود کروا کر بتا دیگا اور میرے پاس لاتعداد جوڑے رکھے ہیں مزید خرچے کی ضرورت نہیں

۔۔۔اب آپ لوگ مجھے اجازت دیں تو میں اپنے کچھ کام کر لوں۔۔۔"

وہ اپنی بات پوری کر کے سب کو گھورتی ہوئی وہاں سے جانے لگی تو ثمرہ کی آواز آئی۔۔"ارے لوگوں کیا یہ ابھی ادھر جو عورت تقریر کر کے ہٹی ہے کوئی بتائے گا کہ کون تھی۔۔"

واصف فٹ بولا۔۔"عبد اللہ کی نالائق ماں میں بتاتا ہوں تمہیں کہ وہ ہماری عظیم و شان اکلوتی بھابی ہیں۔۔۔ارے کب؟ بھابی تو لگ ہی نہیں رہی! اسکے تو منہ میں زبان ہی نہ تھی۔۔۔"واصف نے جیسے بہن کی عقل پر ماتم کیا۔۔

"عبد اللہ کی ماں! زبان تب تک نہ تھی جب تک انکا اپنے میاں سے خاموشی کا روزہ چل رہا تھا۔ ابھی روزہ کھل گیا اسلیے اپنی خیر مناؤ۔۔"ساتھ ہی خالہ خالو سے مخاطب ہوا۔۔"کیا ہے یار؟ بزرگو! میرے یار کو بھی ساتھ لے آتے کوئی گاڑی کا پیٹرول اسکے ساتھ آنے سے زیادہ تو نہیں لگنا تھا۔۔"

اعجاز مسکراتے ہوئے بتانے لگے۔۔"نہیں بیٹے گھر پہ بھی تو کسی نے رکنا تھا تم ایسا کرونا، واپسی پہ ہمارے ساتھ چلو۔۔ بلکہ تمہارے دادا کو بھی ساتھ لیکر جانا ہے۔ کپاس کی کٹائی ہونی ہے۔۔ڈیرے پہ آج کل بڑی رونق لگتی ہے۔۔۔"

دادا اسی وقت بولے۔۔۔""عمارہ پتر! میرا بیگ تیار کر دو۔ آج ثمرہ بھی جا رہی ہے۔۔ امثال نے بھی جانا ہے اور یہ لومڑ واصف اگر ماسی ماسٹر کے ساتھ چلا گیا تو میں گھر پر تمہارے میاں کی سڑی ہوئی شکل نہیں دیکھ سکتا۔ اچھا یہی ہے کہ اعجاز کے ڈیرے پہ آنے والے چنگڑوں سے نئے نئے قصے سن کر آؤں۔۔"" سکندر کی بے چاری سی بنی شکل دیکھ کر سب کی ایک دفعہ پھر ہنسی چھوٹ گئی۔۔۔۔۔۔

★★★★★★★★★

"" سچی میں مجھے انتہائی شرم آ رہی ہے۔۔"

ثمرہ نے اسکے بازو پہ اک ہاتھ رسید کیا۔۔"سچی کی کچھ لگتیں نہ ہوں تو۔۔۔ پچھلے ایک گھنٹے سے آپ دو سو بار یہی ایک فقرہ بول چکی ہو۔۔اور کچھ نہیں بچا کہنے کو۔۔۔؟؟۔۔"

اس نے ثمرہ کے گول گپے کے گال پر بوسہ لیا۔۔"مجھے یوں لگ رہا ہے کہ میں اسلام آباد نہیں بلکہ تیسری دنیا کے کسی ملک میں جا رہی ہوں جو یوں دو گاڑیاں بھر کر آپ لوگ مجھے ایئر پورٹ سی آف کرنے آئے ہیں۔۔۔"

وہ واقعی بڑی پریشان سی صورت بنائے کھڑی تھی۔ عمارہ نے دھیمے سے ہنستے ہوئے امثال کو خود میں بھینچ لیا۔۔"میری جان! یہ ہمارے بس کی بات تھوڑی ہے۔۔یقین جانو تم میاں بیوی نے یوں اچانک سے اپنی بول چال کا سلسلہ شروع کر کے ہمیں دوبارہ سے زندہ کر دیا۔۔ ابسام کو تم منانا کہ وہ اب لاہور ہی شفٹ ہو جائے تمہاری بات کا انکار نہیں کرے گا۔ مجھے تو ہمیشہ ٹال ہی

دیتا ہے۔۔۔۔۔۔"

واصف نے درمیان میں ہی ٹوک دیا۔۔"میری بھولی ماں! جس وجہ سے بھائی چھپے ہوئے تھے جب وہی وہاں جا رہی ہیں تو اب بھاگ کر بھائی نے واپس اپنی اماں کے پاس ہی آنا ہے۔۔"ہنسی کے فواروں کے دوران وہ ایک ایک کر کے سب سے ملی۔۔۔

سکندر نے اسکے سر پہ شفقت سے ہاتھ پھیرتے آگاہ کیا۔۔۔۔"میری بات ہوئی ہے ابسام سے۔ کہہ رہا تھا کہ کب تک امثال کو بھیجیں گے۔ میں نے کہا ہے ابھی ہفتہ دو تک۔ صاحبزادے نے خاموشی سے فون رکھ دیا۔ مگر تم فکر نہ کرو اسکے ملازم لڑکے کو میں نے فون کر کے کہہ دیا ہے وہ عین وقت پر اسے بتا کر ائیر پورٹ بھیج دے گا۔۔"ویسے تو خاموشی سے سر اثبات میں ہلا دیا۔۔ دل میں وہ سوچ رہی تھی۔(آپ لوگوں کو اگر میرے یہاں سے جانے اور اسکے یوں بلانے کی حقیقت معلوم ہو جائے تو کیا ہو۔۔)"

آخر میں ابو سے ملی تو انہوں نے کئی پل تک اسکو اپنے ساتھ لگائے رکھا دونوں باپ بیٹی کی نم آنکھیں دیکھ کر سبھی ایموشنل ہو گئے۔ ابو نے اسکے گال پہ بہنے والے چند قطرے اپنی ہتھیلی پر سمیٹ لئے۔۔"امثال ابسام تم میری وہ بیٹی ہو جس نے آج تک کبھی کسی مقام پر میرا سر جھکنے نہیں دیا۔۔۔ تم یہ نہ سمجھنا کہ جو تمہارے دل پر بیت رہی ہے تمہارا باپ اس سے ناواقف ہے۔ میری جان جب آپ ماں باپ کی رضا کو اپنی رضا مان کر انکا سینہ دنیا کے سامنے یوں چوڑا کر دیتے ہو تو ماں باپ تمہارے لبوں سے نکلنے والی ہر خاموش سسکی سن رہے ہوتے ہیں۔ دل میں محسوس کر رہے ہوتے ہیں۔ تمہیں یہی لگتا ہے کہ یہ رشتہ بس بڑوں نے ایک دفعہ پھر اپنا حق استعمال کرتے ہوئے جوڑ دیا۔۔۔۔ جس کے پاس جا رہی ہو اسکو میں نے کہہ دیا ہے کہ تمہیں اس حقیقت سے واقف کرائے جو ابھی تک اس کے اور میرے درمیان محدود ہے۔۔۔ خاموشی کی بکل مار کر بیٹھے ہو۔ مگر میری امثال نہ جانے کیا کیا سوچ سوچ کر خود کو کھوکھلا کر رہی ہے۔۔۔"

اس نے تعجب سے سوالیہ نظریں اٹھا کر ابو کی آنکھوں میں دیکھا۔۔"کیسی حقیقت ابو جی۔۔؟؟۔"

ابو بس مسکرا دیئے۔۔""اس سے پوچھ لینا بتا دیگا۔۔ اب جاؤ! اللہ بیلی۔۔۔۔"اور وہ سارے سوال اور دکھ دل میں ہی لئے اسلام آباد آ گئی۔۔۔ ارائیول ٹرمنل سے باہر نکلتے ہوئے دل یونہی گھبرائے جا رہا تھا۔ آہستہ آہستہ چلتے ہوئے وہ وہاں استقبال کو آئے لوگوں کی شکلوں کو باری باری دیکھتے ہوئے اسے ڈھونڈ رہی تھی۔ جس کے ساتھ تعلق بہت مضبوط تو تھا مگر اس میں نہ دلی سکون تھا نہ اعتبار۔۔۔ اور یہ ناؤ کسی نہ کسی جانب تو اب لگ کر رہنی تھی۔ وہ جذباتی پن میں ہی یہاں آجانے کا فیصلہ کر بیٹھی تھی۔ سب کے چہرے پر پھیلنے والی خوشی نے یہ فیصلہ کروا دیا تھا۔ اور اب وہ سارا وقت پچھتاوے کا شکار رہی تھی۔۔ پر اب کیا ہو سکتا تھا۔ وہ کہیں نظر نہ آیا۔۔۔ دل کو نہ جانے خوشی ہوئی کہ مایوسی۔۔۔۔ جب سترہ اٹھارہ سالہ لڑکا اسکے سامنے پھولوں کا بکے لیکر آیا۔۔۔

""اسلام علیکم باجی۔۔۔ ویلکم ٹو اسلام آباد۔۔۔ یہ پھول آپکے لیے۔۔۔"

وہ دماغ میں اندازے لگاتی جواب دینے لگی۔۔"وعلیکم السلام۔۔۔ آپ کون۔۔۔؟؟؟"۔۔۔

وہ مسکرایا تو چہرے پر حد درجہ معصومیت اور خوشی تھی۔"میرا نام عاقب ہوں۔۔۔"

امثال کے ہونٹوں پر مسکراہٹ دوڑ گئی۔"تو تم ہو عاقب؟ بھئی بڑے چرچے سنے ہوئے ہیں تمہارے تو۔۔۔"

وہ کھل کر ہنس دیا۔۔۔۔"چرچے کہاں جی!واصف بھائی کے منہ سے میری بے عزتی سنی ہو گی۔۔۔

امثال اسکے درست اندازے پر بھی نفی میں سر ہلاتے ہوئے مسکرا دی۔۔۔ساتھ ہی ہاتھ بڑھا کر پھول پکڑ لیے۔۔۔" پھولوں کے لئے شکریہ عاقب۔۔"

"شکریہ کی کونسی بات ہے باجی!لائیں اپنا سامان مجھے دیں۔۔۔ گاڑی ادھر سائیڈ پر موجود ہے، آئیں۔۔"سامان والی ٹرالی عاقب نے تھام لی اور وہ اسکے ساتھ چلتی ہوئی گاڑی تک آئی۔۔پہلے عاقب نے پچھلی سیٹ کا دروازہ اسکے لئے کھولا اسکے بیٹھنے کے بعد دروازہ بند کرتا سامان رکھنے کے بعد ڈرائیونگ سیٹ سنبھالنے کے بعد اپنی منزل کو جانے والے رستوں پر گاڑی ڈال دی۔۔۔جب رش سے نکل آیا تو امثال سے مخاطب ہوا۔۔۔

"باجی آپکو برا تو لگا ہو گا کہ ابسام بھائی خود آپکو ائیرپورٹ پر لینے کیوں نہیں آئے مگر دیکھئے قصور انکا نہیں میرا ہے کیونکہ میں نے انکو انکے ابو کا پیغام دیا ہی نہیں۔ وہ تو روٹین کے مطابق آفس گئے ہوئے ہیں۔اب دیکھئے گا کتنا مزا آئے گا۔جب آپکو اچانک سے شام کو اپنے سامنے دیکھیں گے۔۔۔"

امثال نے کنفیوزڈ سی نظروں سے عاقب کے ردعمل کو دیکھا جو کہ امثال کے مطابق کچھ زیادہ ہی خوشی کا اظہار کر رہا تھا۔

""عاقب میری سمجھ میں ایک بات نہیں آرہی۔۔"

عاقب نے گاڑی کی سپیڈ تھوڑی کم کی۔۔"وہ کیا باجی۔۔؟؟"

"وہ یہ کہ میں پہلی دفعہ تم سے ملی ہوں اسکے باوجود تم نے کیسے مجھے پہچانا۔۔۔؟؟"

عاقب ہنس دیا۔۔"باجی آپکو پہچاننا کوئی مشکل کام ہے بھلا۔۔۔"

امثال اس لڑکے کو سمجھ نہ پا رہی تھی۔۔"اچھا مجھے تو علم ہی نہیں تھا کہ میں اتنی جانی پہچانی ہستی ہوں۔۔۔"

عاقب کا سارا دھیان سامنے سڑک پر تھا۔۔"باجی ابھی آپ گھر تو جا ہی رہی ہیں خود ہی آپکو آپکے سوال کا جواب مل جائے گا۔۔"

وہ مزید کچھ نہ بولی۔۔۔ویسے بھی آنے والے وقت نے اسکی ساری توجہ منتشر کی ہوئی تھی۔ائیرپورٹ سے بیس منٹ کی

مسافت کے بعد گاڑی ایک چھوٹے اور پوری طرح سبزے میں گھرے بنگلے کے سامنے رک گئی۔۔ عاقب نے نیچے اتر کر پہلے گیٹ کھولا اور پھر گاڑی پورچ میں جا روکی۔۔۔ اس وقت وہ دل میں شکر گزار بھی تھی کہ ابسام منظر پر موجود نہ تھا۔ کچھ لمحے ہی سہی، سکون سے گزار سکتی تھی۔

"باجی آپ اندر چل کر اپنا گھر دیکھ لیں میں آپ کا سامان ٹھکانے پر رکھ کر آپ کے لئے کچھ کھانے کو لاتا ہوں۔۔"

امثال کو چونکہ بھوک پیاس کچھ محسوس نہ ہو رہا تھا اس لیے منع کر دیا۔۔ "نہیں میرے لئے کچھ لانے کی ضرورت نہیں ہے ۔۔جب ضرورت ہوئی مانگ لونگی۔۔۔

"۔۔۔۔اچھا باجی! سٹنگ روم اور بیڈ روم دونوں جگہ بزر موجود ہے، کوئی بھی ضرورت ہو بزر کر دیجئے گا جن کی طرح فوراً حاضر ہو جاؤنگا۔۔۔" "امثال اسکی مثال پر ہنس دی۔۔۔۔

★★★★ ★★★★

دل سنبھل تو جائے گا پر سنبھلے نہیں

تم ہی کوئی رستہ دکھلاؤنا

بس یہی میں چاہوں کوئی بات کرو

ہے سونا من تجھ بن آؤناں

تورے نام کر دوں جو بھی ہے مجھ میں

تورے نام کر دوں جو بھی ہے مجھ میں

بولے بولے دل تیرا نام مجھ میں بولے بولے دل

گاڑی کے سٹیریو سے گونجتی عاطف اسلم کی آواز کو اس نے ہاتھ مار کر بند کر دیا۔۔۔ ماتھے پہ تیوری چڑھی ہوئی تھی۔۔" سارے فساد کی جڑ ہی یہ بے غیرت دل ہے۔۔۔" بہ آواز بلند بڑبڑاتے ہوئے گاڑی کی بریک پر پاؤں کا دباؤ ڈالتے ہوئے ہارن مارا ۔۔۔ دوسرے لمحے ہی گیٹ کھلتا چلا گیا۔۔۔ اس نے پورچ میں کھڑی پہلی ایک گاڑی کے برابر میں لا کر اپنی کار کا انجن بند کر دیا ۔۔۔ ساتھ والی سیٹ پر رکھا اپنا موبائل اور جیکٹ اٹھا کر باہر نکلا۔۔۔

"آج آپ اتنی دیر سے کیوں آئے ہیں۔۔۔؟؟"

اندر کی طرف جاتے اسکے قدم عاقب کے سوال پر تھم گئے۔۔ مڑ کر عاقب کو دیکھا۔۔ "محترم جناب عاقب صاحب! میں آزاد ملک کا ایک آزاد شہری ہوں۔۔۔۔ اسلیے جب میرا جی چاہے گا میں اس وقت گھر آؤنگا۔۔۔ میں تمہیں جواب دینے کا پابند

ہوں ہی نہیں۔۔۔"

ایڑیوں پر گھوم کر قدم پھر سے آگے بڑھا دیئے۔۔۔عاقب کی آواز پھر آئی۔۔۔"تو آج موڈ خراب ہے۔۔۔۔کیا آفس میں کسی سے جھگڑا ہو گیا۔۔؟؟؟"

اس نے موبائل سٹنگ روم کے ٹیبل پر پٹخنے کے انداز میں رکھا۔۔"او یار! میرا موڈ نہیں، میں بذات خود سر سے پاؤں تک ایک خراب بندہ ہوں۔۔۔اور جھگڑا کیوں ہو گا میرا کسی کے ساتھ۔۔۔تمہیں میں کوئی جھگڑالو قسم کا انسان لگتا ہوں کیا؟۔۔۔"

ہاتھ میں پکڑی جیکٹ بھی یونہی صوفے پر پھینک دی۔۔۔عاقب نے اسکی گاڑی میں سے نکالا اسکا بریف کیس لیجا کر سیدھا اسکے بیڈ روم میں رکھ دیا جبکہ وہ کھڑے کھڑے ہی ریموٹ اٹھا کر چینل بدلنے لگا۔۔۔

عاقب کمرے سے باہر آتے ہوئے پھر نہ چپ رہ سکا۔۔۔"ویسے اگر امثال باجی یہاں آ جائیں تو آپ تب بھی کیا ایسے ہی سڑو قسم کے رہیں گے۔۔۔"

اسکے لب بھینچ گئے۔۔بری طرح عاقب کو گھورتے ہوئے وارن کیا۔۔"اس وقت میرے سامنے اس عورت کا نام مت لو۔۔۔اور وہ یہاں میرے پاس کیا لینے آئے گی اسکا سب کچھ تو ادھر ہے جہاں وہ رہتی ہے۔۔۔میں اسکے لئے ہوں ہی کیا۔۔بقول شاعر:

زندہ رہیں تو کیا ہے جو مر جائیں ہم تو کیا

دنیا سے خامشی سے گزر جائیں ہم تو کیا"

۔۔۔عاقب نے ساتھ ہی توبہ استغفار پڑھنا شروع کر دیا۔۔"مریں آپکے دشمن!!!۔۔۔۔"

ابسام نے بالوں میں ہاتھ پھیرتے ہوئے سر اثبات میں ہلایا۔۔۔"ہاں ٹھیک کہہ رہے ہو۔۔۔اور جانتے ہو میرا سب سے بڑا دشمن کون ہے۔۔۔۔۔میرا دل۔۔۔۔۔ایسا کوئی بے غیرت دل ہے دن میں نہ جانے کتنی دفعہ صرف اسکے لئے دھڑکتا ہے جسکو ہفتوں کبھی میرا خیال بھی نہیں آیا ہو گا۔۔۔۔خیر، ایم سوری یار! آج میں سارا دن بہت اپ سیٹ رہا ہوں۔اسی لئے تمہارے سامنے یہ ساری بکواس کر رہا ہوں۔میری باتوں پر غور نہ کرنا۔میں بس تھوڑا فیڈ اپ ہوں۔۔۔۔۔تم کھانا نکالو! میں فریش ہو کر آتا ہوں۔۔۔۔۔"۔۔۔۔بیڈ روم کا دروازہ کھولتے ہی سیدھی نظر اس پہ پڑی۔۔۔آج بھی اس نے ایک نظر بھی اس پر نہ ڈالی۔۔۔۔اپنے پیچھے دروازہ بند کرنے کے بعد وہ آکر اسکے عین سامنے صوفے پر نیم دراز ہو گیا۔۔۔ڈارک گرے ٹراوزر پہ سفید شرٹ کے اوپر سرخ ٹائی میں وہ تھکا تھکا سا آنکھیں بند کر کے چند منٹ تک یونہی پڑا رہا۔۔۔پھر آنکھیں کھول کر اسکی جانب دیکھنے لگا تو ایک ٹک دیکھتا چلا گیا۔۔۔کافی دیر بعد اٹھا جوتے اتارے اور واش روم کے سلیپر پہن کر دروازے کے پیچھے غائب ہوا تو امثال نے کب

سے روکی ہوئی سانس خارج کی۔۔۔۔اسکی کی گئی ساری باتیں امثال کا بلڈ پریشر بڑھا رہی تھیں مگر وہ عاقب کے دیئے گئے واسطوں کی خاطر خاموش چپ چاپ بیٹھی ہوئی تھی۔ماتھے پر آئے پسینے کو صاف کر رہی تھی جس وقت واش روم کے لاک کھلنے کی آواز آئی فوراً ہاتھ پہلو میں گر گیا۔۔وہ باہر آیا تو آف وائٹ شلوار سوٹ میں ملبوس تھا۔۔۔گیلے بالوں کو تولیے سے رگڑتا اسکے ساتھ آکر بالکل پاس بیٹھ گیا۔۔تولیا ایک طرف اچھال کر بولا تو نظریں نیچی اور لہجہ ہارا ہوا تھا۔۔"امثال تم ایک ہی دفعہ مجھے بتا کیوں نہیں دیتیں کہ تم کیا چاہتی ہو۔۔۔۔۔؟؟۔۔"

کچھ دیر چپ رہنے کے بعد پھر بولا۔۔"امی کہتی ہیں کہ مجھے لاہور تمہارے پاس رہنا چاہیے۔۔۔اور مجھے سمجھ نہیں آتا کہ میں انہیں کیسے بتاؤں کہ یہاں تو تم میرے ساتھ ہوتی ہو وہاں جاتا ہوں تو بہت دور بہت اجنبی نظر آتی ہو۔۔۔جب پرسوں میں نے تم سے ریکویسٹ کی تھی کہ یہاں آجاؤ ٹکٹ بھی کروادی تھی۔۔پھر کیوں نہیں آئی ہو۔۔جب صبح سے ابو نے کال کرکے بتایا ہے کہ ہفتے دو بعد شائد آؤ میں تب سے خود سے لڑ رہا ہوں۔۔۔آج سارا دن کام کرنے کا بالکل من نہیں کیا پر تم سے بچنے کے لئے آفس میں جھک مارتا رہا ہوں۔گھر لیٹ بھی تمہاری وجہ سے ہی آیا ہوں۔۔۔۔کیونکہ مجھے پتا تھا سامنے بیٹھی ملو گی۔۔۔تم نے میرے لئے وہ کہاوت بالکل سچ کر دی ہے۔۔کہ دریا کے پاس پیاسا۔۔۔۔میں ہوں وہ۔۔۔۔تم سامنے ہوتی ہو بیٹھی رہتی ہو ہاتھ بڑھا کر پکڑنے کی دیر ہوتی ہے وہیں غائب ہو جاتی ہو۔۔۔۔"

وہ نہ جانے اور کیا کچھ بتاتا مگر امثال کا ضبط جواب دے گیا اس سارے وقت میں پہلی دفعہ سر اٹھا کر اس سے مخاطب ہوئی تو وہ اچھل پڑا۔۔۔"تمہارا کھانا کمرے میں ہی لاؤں یا باہر بیٹھ کر کھاؤ گے؟۔۔۔"

اسکے جواب کا انتظار کیے بغیر وہ کمرے کا دروازہ کھول کر باہر نکل گئی۔۔وہ اپنی جگہ بیٹھا سوچنے لگا کہ یہ ہوا کیا ہے۔۔پھر لگا شائد میرا الوژن اب حد سے بڑھ گیا ہے جو آج وہ باتیں بھی کرتی نظر آئی۔۔"عاقب۔۔۔۔!!!۔۔۔"

اگلے پل عاقب بوتل کے جن جیسے حاضر ہوا دانت نکالتے ہوئے۔"جی بھائی۔۔"

وہ اپنی جگہ سے کھڑا ہوا ٹھوڑی پہ ہاتھ پھیرتے ہوئے عاقب کی بتیسی کو گھورا۔۔۔دونوں ہاتھ پشت پر باندھتے ہوئے پوچھا۔"کیا ہم دونوں کے علاوہ وہ بھی یہاں موجود ہے۔۔؟؟"

عاقب کی معصومیت دیکھنے لائق تھی۔"وہ کون۔۔۔؟؟"

وہ چلتا ہوا آکر عاقب کے سر پر کھڑا ہو۔۔۔"کچن میں کون ہے۔۔؟؟"انتہائی سنجیدگی تھی اور عاقب کی بتیسی۔۔۔

"کچن میں باجی امثال ہیں۔۔"

وہ بے ساختہ ایک قدم پیچھے ہٹا۔۔۔"وہ کب آئی۔؟؟۔۔"

عاقب نے بتایا۔۔"شام چار بجے کی فلائٹ سے۔۔اسی سیٹ سے جو آپ نے بک کروائی تھی۔آپکے ابو کی صبح کال آئی کہ آپکو ائیر پورٹ بھیج دوں۔پر بھائی آپکو سرپرائز دیکھنے کے چکر میں نہیں بتایا۔"

ابسام نے اپنا سر نفی میں ہلایا۔۔"تمہارا سرپرائز تو اچھا ثابت ہوا ہے۔اسکا مطلب ہے اس نے میری کی گئی ساری بکواس بھی سنی ہے۔۔۔"

ابسام کی شکل دیکھ کر عاقب کی ہنسی نکل گئی۔۔"یہی تو میرا مقصد تھا بھائی جو آپکے کمرے سے کبھی کبھی باتوں کی آوازیں آتی ہیں وہ انکے تصور کی بجائے آج براہ راست ان سے ہوں۔۔۔"

اس نے نرم نظروں سے عاقب کو گھورا۔۔۔"یہ بات اسکے سامنے کی نا تو جوتے کھاؤ گے! چلو اب کھسکو یہاں سے۔اچھا خاصا بدھو فیل کر رہا ہوں۔۔۔"

عاقب اپنی ہنسی دباتا نکل گیا۔۔"میری باجی نے کھانا لگا دیا ہے صاحب! آکر کھالیں۔۔"عاقب اتنا کہہ کر بھاگ لیا۔۔

"باجی کا بچہ۔۔۔"اس نے ہاتھ پھیر کر بال سیٹ کیے۔۔۔۔پھر خود سے کہا۔۔"چلو بچارے ترسے ہوئے شوہر! بیوی کے ہاتھ کا نکلا کھانا کھاؤ۔۔۔"اپنی بات پر دلکشی سے مسکراتا کمرے سے نکل کر ڈائننگ ٹیبل تک آیا۔

کھانا لگانے کے بعد وہ پانی کا جگ رکھ رہی تھی۔وہ خاموشی سے چیئر کھینچ کر بیٹھ تو گیا مگر کھانے کی طرف ہاتھ نہیں بڑھائے۔امثال جو کہ وہاں سے ہٹنے کا سوچ رہی تھی۔اس کے اس ردعمل پر بادل نخواستہ کرسی کھینچ کر بیٹھنے کے بعد پلیٹ میں چاول نکال کر تھوڑا سا رائتہ ڈالنے کے بعد کھانے لگی۔ابسام اپنی مسکراہٹ چھپاتے ہوئے پلیٹ میں سالن ڈال کر چپاتی کھانے لگا۔۔کھانا خاموشی میں کھایا گیا۔عاقب نے آکر برتن اٹھائے اور چائے کا پوچھا۔ابسام نے انکار کر دیا۔۔جبکہ امثال نے اپنے لئے خود ہی چائے بنالی۔ابسام سٹنگ روم میں ٹی وی کھول کر امثال کا انتظار کرنے لگا جو کہ کچن میں برتن دھوتے عاقب کے ساتھ باتوں کے دوران اپنی چائے پی رہی تھی۔"جتنے دن میں ادھر ہوں تم کاموں کی فکر چھوڑ کر اپنے امتحانات کی تیاری کرو۔۔کل سے میں یہ سب دیکھ لونگی۔۔"

عاقب نے جواب میں کانوں کو ہاتھ لگائے۔۔"توبہ استغفار! کیسی باتیں کر رہی ہیں۔۔ایسا تو عاقب کی موت کے بعد ہی ہوگا کہ عاقب کی باجی یہ سارے کام کرے۔۔۔اور ویسے بھی کھانا پکانے کے علاوہ برتن دھونے کا مجھے جنون ہے۔۔۔اگر یہ کام نہ کروں تو سبق بھی یاد نہیں ہوتا۔۔۔سبق یاد نہ رہا تو فیل ہو جاؤنگا۔فیل ہو گیا تو ابسام بھائی نے جو سارا خرچہ کیا ہے وہ تو ضائع جائے گا ہی اوپر سے بزتی الگ ہوگی۔انکے تو سبھی کولیگ وماتحتوں کو علم ہے کہ میں اس سال سیکنڈ ائر کے پیپر دے رہا ہوں۔۔۔اندازہ لگا کر بتائیں ذرا! آپ کے کام کرنے کا مجھے کس قدر نقصان اٹھانا پڑے گا۔۔۔اور میری اماں جو میری چٹنی بنائیں گی وہ الگ ہے۔۔۔"

امثال نے ہنستے ہوئے اپنا کپ سنک میں رکھا اور اسکو شب بخیر کہتی باہر آگئی۔ وہ تو کچن میں دیر لگا کر آئی تھی کہ ابسام اپنے کمرے میں جا چکا ہو گا اور اس سے سامنا کرنے سے بچ جائے گی۔ مگر وہ نہ صرف باہر ہی موجود تھا بلکہ اسی کا منتظر بھی تھا۔ وہ اسکو اگنور کرتی اس کمرے کی طرف بڑھ گئی جو اس نے اپنے لئے چنا تھا۔ اسکا سامان بھی ادھر ہی موجود تھا۔ اس نے بیگ میں سے سادہ سا گرم سوٹ نکالا اور واش روم کا رخ کیا۔ لباس بدلنے کے بعد جلدی جلدی دانتوں کو برش کیا اور باہر آگئی۔ عشا کی نماز وہ کب کی پڑھ چکی تھی۔ ویسے بھی اب تو ساڑھے بارہ ہو رہے تھے۔ فوراً لائٹ اور دروازہ بند کرتی بستر میں گھس گئی۔ یہاں لاہور کے مقابلے میں ٹھنڈ بھی زیادہ تھی۔ ہر طرف سے ذہن کی کھڑکیاں بند کر کے ساری توجہ سونے پہ مبذول کی۔۔۔ باہر سے ٹی وی بھی خاموش ہو گیا تھا۔ جس کا مطلب تھا ابسام بھی اپنے کمرے میں چلا گیا۔۔ تھا۔ یہ سوچ ہی اس قدر سکون بخش تھی کہ اس پر نیند غالب آنے لگی۔۔ تب ہی دروازہ واہوا اور اندر آنے والے نے ساری روشنیاں جلا کر بیڈ کے قریب پڑی کرسی کو اپنی مطلوبہ جگہ پر رکھا اور اس پر بیٹھنے کے بعد ٹانگیں بیڈ پر رکھ کر نیم دراز ہو گیا فوکس سارا امثال پر تھا۔ جس نے برا سا منہ بناتے ہوئے اپنا سر بھی کمبل کے اندر کر لیا۔۔ "او کم آن امثال! سیریسلی تم اتنا سفر کر کے یہاں سونے آئی ہو۔۔۔۔۔ Woman we need to talk۔۔۔۔ "

بستر کے اندر سے ہی اسکی جھنجلائی ہوئی آواز آئی۔ "ضروری تو نہیں کہ آج ہی بات ہو۔ اگلے چند دنوں تک میں ادھر ہی ہوں کل کر لینا جو بھی بات۔۔۔ "

اسکی بات منہ میں ہی تھی ابسام نے ایک جھٹکے سے اسکے اوپر پڑا کمبل کھینچ کر کمرے کے دوسرے کونے میں پھینک دیا۔۔۔ وہ اس سے اس عمل کی توقع ہی نہیں کر رہی تھی۔ ہکا بکا رہ گئی۔ پہلا خیال دوپٹے کی طرف گیا جو کہ اسی کرسی پر رکھا تھا جہاں وہ براجمان تھا۔۔۔۔۔۔ امثال کی سمجھ میں نہ آیا کہ فوری طور پر کیسے خود کو چھپائے تیزی سے بیڈ سے اتر کر کھلے پڑے بیگ میں سے شال پکڑ کر اوڑھی۔۔۔ اور غصے سے بھری اسکے سامنے آبیٹھی جس پر ابسام نے بیڈ پر رکھی ٹانگیں نیچے رکھ لیں۔۔۔ "مسٹر ابسام سکندر! یہ ایک انتہائی گھٹیا ترین حرکت تھی۔ اور کون فضول لوگ یہ بات کرتے ہیں کہ تم بہت سلجھے ہوئے سوبر انسان ہو بولتے تو ہو ہی نہیں۔۔۔ میرے ساتھ تو یہ دوسرا واقعہ ہے کہ تمہاری باتیں ہی ختم نہیں ہو رہی ہیں اور سوبر پن اتنا بھی نہیں کہ کسی کے کمرے میں آنے سے پہلے اجازت ہی لے لی جائے۔۔۔ "

امثال کے غصے کے جواب میں وہاں گرم نرم سی مسکراہٹ تھی۔۔۔ "تمہیں تو خوش ہونا چاہئے کہ مجھے تمہارے سوا کسی اور سے باتیں بگاڑنے کا رتی بھر شوق نہیں ہے تم الٹا غصہ کر رہی ہو۔۔۔ اور میں مالک ہوں اس گھر کا! جس کمرے میں جی چاہے جا سکتا ہوں۔ اجازت مانگوں اور وہ بھی اپنی ہی بیوی سے؟ واٹ ربش!!!۔۔۔ کوئی اور اعتراض۔۔؟؟۔۔ "

امثال کے چہرے پر پھیلی سنجیدگی گہری ہو گئی۔۔ "" ویسے تم ٹھیک ہی ہو۔ ہمیں ایک ہی دفعہ بات کر کے اس موضوع کو

ہمیشہ کے لئے دفن کر دینا چاہئے۔۔۔ پہلے میں اپنا مسئلہ تمہارے سامنے رکھتی ہوں۔ مسٹر جینئس ہو نا! تو نکالو کوئی حل۔۔۔۔ ساتھ تمہارے میں رہنا نہیں چاہتی۔۔۔۔ اور اپنے ماں باپ کی وجہ سے علیحدگی اختیار کر نہیں سکتی ہوں۔۔۔ تو بتاؤ، مجھے کیا کرنا چاہئے ؟۔۔۔"

ٹانگ پر ٹانگ جمائے ایک ہاتھ کرسی کے ہتھے اور دوسرا ٹھوڑی کے نیچے رکھے گہری نظروں سے اسکا جائزہ لے رہا تھا۔۔

"میرے ساتھ رہنے میں مسئلہ کیا ہے۔۔۔؟؟"

۔۔۔ ۔۔ جواب میں امثال نے ہمت کر کے براہ راست اسکی آنکھوں میں دیکھا۔۔ "میں نہیں جانتی کہ کیوں تم اتنے بھولے ہونے کی ایکٹنگ کر رہے ہو اور یہ سب پیار و محبت کی باتیں! کیا ہے یہ سب۔۔۔۔ ؟؟؟۔۔۔۔۔ ان سب باتوں سے تم ثابت کیا کرنا چاہتے ہو۔۔۔ کیونکہ جو حقیقت ہے وہ تم بھی جانتے ہو اور میں بھی جانتی ہوں۔ تو پھر یہ دھوکہ دہی کس لئے۔۔۔۔ اسلیے میں نے اس سب کا ایک ہی حل سوچا ہے کہ تم مجھے لاہور ہی رہنے دو اور یہاں اپنی مرضی سے شادی کر لو۔۔۔۔ خالہ لوگ کچھ نہیں کہیں گے اور جب مجھے کوئی اعتراض نہیں تو پھر کسی اور کی اہمیت ہی کیا رہ جاتی ہے زندگی تمہاری ہے تمہیں اپنی مرضی اور پسند سے جینی چاہئے۔۔۔"

اسام نے دوبار تالیاں بجائیں۔۔ "تمہیں تو وکیل ہونا چاہئے تھا امثال اعجاز۔ کیا خوب تقریر کرتی ہو!۔۔۔۔۔ مگر یہ زیادتی نہیں کہ ایک طرف تم مجھے میری اپنی مرضی کے مطابق زندگی گزارنے پر لیکچر دو اور پھر مجھے میری رضا بھی عطا نہ کرو۔۔۔۔۔ میں کن الفاظ یا کس زبان میں کہوں گا تو یہ بات تمہاری موٹی کھوپڑی میں بیٹھے گی کہ میری چاہت تم ہو۔۔۔۔ میری مرضی تم ہو ۔۔۔۔ اتنے کھلے الفاظ میں بتا چکا ہوں پھر بھی تم میرا اعتبار کیوں نہیں کرتی ہو۔۔۔۔۔۔ اب کیا فلمی ڈائیلاگ ماروں۔۔۔ چاند تارے توڑ لانے کی قسمیں کھاؤں۔۔۔ یا تمہارے ہجر میں گزرے دنوں پر داستان عشق لکھوں۔۔۔ کوئی ایسا عمل جو میری کی گئی ساری بکواس کو حقیقت ثابت کر دے۔۔۔۔"

امثال کے آنسو دیکھ کر اس نے سر پیٹ لیا۔۔ "" چلو اب رونے بیٹھ جاؤ۔۔۔ یعنی حد ہو گئی ہے! ادھر بات شروع کرو ادھر بارش شروع ہو جاتی ہے۔۔۔"

امثال نے آنکھوں کو سختی سے پلو کے ساتھ رگڑا۔۔۔ "تو اور کیا کروں َ۔۔۔ حقیقت بھی تو مجھے ہی پتا ہے تو رونا بھی تو میں نے ہی ہے ناں۔۔۔۔ تم نے یہ شادی کی ہی مجھ سے انتقام لینے کے لیے ہے۔۔۔ اور مشکل یہ ہے کہ کسی کو یہ نظر ہی نہیں آتا۔ میرے ابو تک تمہیں بڑا شریف سمجھ رہے ہیں۔۔۔"

اس نے حیرت سے اپنے سامنے کالے اور سرخ امتزاج میں ملبوس آنسو بہاتی عورت کو دیکھا۔۔ "اچھا یہ تو بتاؤ کس قسم کا

انتقام بنتا ہے تمہاری طرف میرا۔۔۔"

امثال نے زور و شور سے بتانا شروع کیا۔۔ "ابو نے تمہیں نکھٹو بولا تھا اور میری شادی کہیں اور کر دی اب خالہ نے تمہارا میری محبت میں مجبور ہو کر نکاح پڑھوا دیا۔۔۔ اور وہ کیا تھا۔۔ ٹھہر وابھی دیتی ہوں میں نے اسی لمحے کے لئے سنبھال کر رکھا ہوا تھا ۔۔۔۔"اٹھ کر ابسام کی تعاقب کرتی نگاہوں کو نظر انداز کرتی جا کر اپنے ہینڈ بیگ کی اندرونی جیب سے سنبھال کر رکھا ہوا چیک نکال لائی۔۔ لا کر اسکی گود میں پھینک دیا۔۔۔۔۔ "اتنا بڑا حق مہر رکھ کر لوگوں کو یہ بتانے میں تو کامیاب رہے ہو کہ انہوں نے اسی دولت کے لئے بیٹی کہیں اور بیاہی تھی آج میرے پاس ہی واپس آگئی۔۔ اور کچھ لوگ تو یہی سمجھتے ہونگے ناں کہ تمہارے نکاح میں آئی ہی اتنے حق مہر کی وجہ سے ہوں۔۔۔"

وہ تو سوچ رہی تھی اب بھانڈا پھوٹ گیا ہے تو گھبرا جائے گا مگر وہ اسی تحمل سے بیٹھا رہا۔۔ بلکہ پوچھا" اور کچھ۔۔؟؟۔۔۔ ۔"امثال نے ناراضگی سے نظر پھیر لی اعلیٰ درجے کی ہٹ دھرمی تھی۔۔

"پہلی بات تو یہ کہ شادی کی بات مجھ سے امی ابو نے نہیں بلکہ میں نے ان سے کی تھی۔۔۔ دوسری یہ کہ تمہارے ابو سے تمہارا رشتہ پہلے میں نے خود مانگا تھا پھر امی لوگوں کو تمہارے گھر بھیجا گیا۔۔ اور تیسری بات یہ کہ تمہارے مسلسل انکار کو اقرار میں بدلنے کے لئے اعجاز ماموں کو آئی سی یو کا چکر لگانے کا مشورہ بھی میں نے دیا تھا۔۔ جب تم لوگ باہر لابی میں رو دھو رہی تھیں۔ میں اور ماموں اندر بیٹھے ڈرائی فروٹ اور چائے کا لطف اٹھا رہے تھے۔۔ اور اب آ جاتے ہیں تمہارے اس چیک کی طرف۔ تو بیگم! کیا تمہیں میری ماہانہ تنخواہ کا علم ہے۔۔؟؟۔۔۔ یقیناً نہیں ہے۔۔۔۔ اب دماغ کی تسلی ہوئی کہ نہیں۔۔؟؟؟۔۔۔"

۔۔۔۔ امثال کو یقین نہ آیا مگر ابسام کے چہرے پہ لکھا تھا کہ اس کا کہا ہر حرف سچ ہے۔۔ "کیا انہی باتوں کو سر پہ سوار رکھ کر اینٹی ڈیپریسنٹ کھا رہی ہو اور وہ جو نروس بریک ڈاؤن ہوا تھا۔۔"

امثال نے اسے درمیان میں ٹوک دیا۔۔ "اگر تمہارے مطابق یہ شادی تمہاری مرضی سے ہوئی تھی تو تم خوش کیوں نہیں تھے۔ مجھے پتا چلا ہے کہ تم نے نیا سوٹ تک نہیں بنوایا تھا۔ اور مووی میں بھی سارا وقت سڑی سی شکل بنا کر بیٹھے ہوئے ہو۔۔۔

"ابسام کی ہنسی نکل گئی۔۔ "چلو ایک بات تو ثابت ہوئی! براہ راست نہ سہی مووی میں تو تم مجھے غور سے دیکھتی رہی ہو۔۔۔ اور رہا تمہارا سوال تو بھئی کیوں اتنا بن ٹھن کر جاتا مجھے کونسا روایتی انداز میں تیار اور منتظر بیوی ملنے والی تھی۔ جس طرح تم سے تین دفعہ ہاں کہلوانے کے لیے سارے پاپڑ بیلنے پڑے تھے۔ میرا تو موڈ ہی سخت آف تھا۔ وہ نکاح تم نے مجبور ہو کر قبول کیا تھا۔۔ جب اپنی خوشی اور مرضی سے مجھے قبول کرو گی۔۔ تب میں بھی خوشی کا اظہار کروں گا۔۔۔"

امثال کچھ دیر تک پیر کے انگوٹھے سے کارپٹ کو کھرونچتی رہی۔۔۔ "تمہاری ساری وضاحتوں، دلیلوں اور اظہارے

محبت سننے کے بعد بھی اگر میں یہ کہوں کے میں اس رشتے سے خوش نہیں ہوں آزادی چاہتی ہوں تو۔۔۔؟؟؟"

ابسام کے چہرے اور آنکھوں سے ساری مسکراہٹ غائب ہو گئی۔۔۔"۔کیا؟۔۔۔۔۔یہ تمہارا آخری فیصلہ ہے۔۔؟؟۔۔ بڑے سنجیدہ اور ٹھہرے ہوئے لہجے میں کیے گئے سوال کے جواب میں امثال میں اتنا بھی حوصلہ نہ تھا کہ سر اٹھا کر اسکی نظر سے نظر ہی ملا سکتی۔۔۔ کتنی دیر گزر گئی دونوں کو خاموشی کی چادر اوڑھے بیٹھے ہوئے۔۔۔وہ سر جھکائے آنسو بہاتی رہی اور وہ گال کے نیچے ہاتھ رکھے بیٹھا اسکے جھکے سر اور گاہے بگاہے آنسو صاف کرنے کے لئے اٹھتے ہاتھ کی حرکت کو دیکھتا رہا۔۔۔۔۔"جانتے ہو مجھے تم بالکل بھی پہلے والے ابسام محسوس نہیں ہوتے ہو۔۔۔۔۔۔بہت اجنبی سے لگتے ہو۔"

اس نے ماتھے کو مسلا۔۔۔اور بولا۔۔"کیا اس لئے رو رہی ہو۔۔؟؟۔۔"۔۔۔اس نے اپنا سر نفی میں ہلایا۔۔۔

"تو پھر کیوں روتی ہو۔۔۔؟؟۔۔۔"

امثال نے دوپٹے کے پلو سے ناک رگڑی۔۔۔۔اور بولی۔۔۔"مجھے خود علم نہیں ہے کہ کیوں میں تمہارے سامنے کمزور پڑ جاتی ہوں۔۔۔حالانکہ روتی تو میں تب بھی نہیں تھی جب فرید کی اماں مارتی تھی۔۔۔تب آنکھ میں ایک آنسو تک نہ آیا تھا جس دن فرید نے دوسری شادی کی تھی۔۔۔نہ ہی اس دن رونا آیا جب اس نے طلاق بھیجی پھر تمہارے سامنے آتے ہی کیوں جی چاہتا ہے کہ اتنا روؤں کہ میرا وجود بھی ان آنسوؤں میں بہہ کر ختم ہو جائے۔۔۔"

اس نے سر اٹھا کر براہ راست ابسام کی آنکھوں میں دیکھا۔۔۔۔۔دونوں پلکیں جھپکائے بغیر ایک دوسرے کی نظروں میں دیکھتے رہے۔۔۔۔ابسام اپنی جگہ ساکت تھا۔۔۔یکدم اسکے وجود میں حرکت پیدا ہوئی کرسی چھوڑ کر کھڑا ہونے کے بعد اس نے امثال کو ہاتھ سے پکڑ کر کھڑا کیا۔۔۔۔اور سختی سے اپنے سینے میں بھینچ لیا۔۔۔۔امثال کے آنسو اب اسکی شرٹ بھگو رہے تھے اور وہ اسکے کان کے قریب سرگوشیاں کر رہا تھا۔۔۔"ایم سو سوری۔۔۔۔۔۔۔۔جو بیت گیا ہوا ہے جاناں! اسکو برا خواب سمجھ کر بھلا دو۔۔۔۔۔۔۔""اس نے امثال کا چہرہ اپنے دونوں ہاتھوں میں تھاما:

would you give me the houner to take you on a date

۔۔۔رو رو کر سرخ ہوئے چہرے پر ابسام کی فرمائش پر ہنسی دھنک بن کر پھیلی۔۔۔۔اسکو ہنستا دیکھ کر جواب میں وہ بھی کھل کر مسکرایا۔۔۔۔۔۔۔"سوچا جا سکتا ہے اگر کچھ پتا چلے کہ کہاں لیکر جاؤ گے۔۔۔"

اس نے شرماتے ہوئے کہا تو ابسام اپنی جگہ حیرت سے جم گیا۔۔۔اور گہری نظروں سے اسکو غور سے دیکھنے لگا۔۔۔ امثال مسلسل نظر چرا رہی تھی۔۔۔ہاتھ اٹھا کر ابسام کے چہرے کا رخ دوسری طرف کر دیا۔۔۔مگر ابسام کی خاموشی اور سنجیدگی میں کوئی فرق نہ آیا تو وہ خود کو اسکے بازوؤں کے حصار سے نکالنے کی کوشش میں دھمکی آمیز لہجے میں بولی۔۔۔"اگر اس طرح

سے سے دیکھنا بند نہیں کرو گے تو میں تمہارے ساتھ کہیں نہیں جاؤ نگی۔۔۔"

مسلسل اپنے دائیں ہاتھ سے ابسام کے چہرے کو بائیں طرف موڑ کر رکھا۔۔۔۔"امثال کیا تم مجھ سے شادی کرو گی۔۔۔ ؟؟۔۔۔۔"

امثال کی خوبصورت ہنسی جلترنگ بکھیر گئی۔۔۔""بدھو! ابھی تو میں نے ڈیٹ کے لئے ہاں نہیں کیا۔۔۔ تم پرپوزل پر بھی آگئے۔۔۔اب سمجھ میں آیا کہ تم ابھی تک کیوں سنگل گھوم رہے ہو۔۔۔یونہی پہلی ڈیٹ پر ہی پروپوز کر کے لڑکیاں دور بھگا دیتے ہو گے۔۔۔۔"

اس نے امثال کے دونوں ہاتھ اپنے ہاتھوں میں لئے اور مسکراتے ہوئے بولا۔۔۔""اصل میں پہلا تجربہ ہے۔اس لئے یہ غلطیاں کر رہا ہوں۔۔۔۔تم بس شادی کے لئے ہاں کر دو! آئی پرامس کہ تمہارے علاوہ کبھی کسی لڑکی کو پہلی ڈیٹ پر نہ ہی تو پروپوزل دونگا نہ ہی"آئی لو یو"بولونگا۔۔۔۔۔۔"

امثال نے اپنے بالکل قریب کھڑے اپنے ہینڈسم شوہر کو پہلی دفعہ نظر بھر کر دیکھا۔۔جو کہ اسکی آنکھوں میں دیکھتے ہوئے دلکشی سے مسکرا رہا تھا۔۔۔۔امثال نے سر اثبات میں ہلاتے ہوئے ہاں کر دی۔۔۔۔۔ابسام نے سر پیچھے کو گرا کر اونچی آواز میں"ہپی!!!!"بولا۔۔۔اور امثال کے ماتھے پر بوسہ دیکر اسکو خود میں چھپا لیا۔۔۔۔بعض دفعہ خوشیاں آنے میں تھوڑی تاخیر کر دیتی ہیں۔۔۔۔۔۔مگر آتی ضرور ہیں۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔

!!!!! ۔۔۔۔۔۔۔

وہ ابھی ابھی شاور لیکر نکلی تھی۔گیلے بال پُشت پہ بکھرے ہوئے تھے۔گرمی ہونے کے باوجود اُسکو سردی سی محسوس ہو رہی تھی۔اسلیے شانوں پہ چادر ڈال کر باہر صحن کے اُس کونے میں بچھی کُرسیوں میں سے ایک پہ آکر بیٹھ گئی جہاں دوپہر میں تو گھنی چھاؤں تھی۔پر اب جاتی ہوئی دھوپ کی شُعاعیں اپنی نرمی بکھیر رہی تھیں۔ابھی بیٹھی ہی تھی جب امی اندر سے کارڈلیس فون لئے آئیں۔"ابسام کی کال ہے۔بات کر لو۔مگر یاد رکھنا آج کوئی اُلٹا سیدھا پروگرام نہ بنانا نہ ہی میں گھر سے باہر جانے دونگی۔"اُسکو فون دیتے ہوئے واپس اندر چلی گئیں۔اُس نے گہرا سانس لیکر فون ہولڈ سے ہٹا کر کان سے لگایا۔

"تمہیں بڑا شوق ہے نا مجھے میری ماں سے ڈانٹ پڑوانے کا۔"

"تم تھیں کہاں پچھلے آدھے گھنٹے میں دس کالز کر چکا ہوں۔"

"ہاں تو انسان تھوڑا عقل کا استعمال کر لے۔اگلا بندہ مصروف بھی تو ہو سکتا ہے۔"

"نہیں میں گھبرا گیا تھا کہیں تمہاری طبعیت نہ خراب ہو۔"

"اگر ایسی کوئی بات ہوئی تو آپکی خالہ حضور اُسی وقت آپکو الرٹ کر دیں گی۔ اس لیے ابھی آرام سے اپنے کام کریں۔"

"شیر و کیسا ہے؟ زیادہ تنگ تو نہیں کرتا۔"

"نہیں دن میں تو کھیلتا رہتا ہے۔ بس کبھی کبھار ضد کرتا ہے گود میں اُٹھاؤں۔"

"ابھی کدھر ہے؟۔"

"اپنے ماموں کے ساتھ مٹر گشت کرنے نکلا ہوا ہے۔"

"یار تم گھر واپس کب آؤ گی؟"

"ظاہر بات ہے ڈلیوری کے بعد آؤنگی۔"

"اور میں اُتنی دیر کیا کرونگا؟"

"بھول رہے ہو تو یاد کروادوں۔ مجھے امی کے یہاں آئے ہوئے ابھی صرف تین دن ہوئے ہیں۔ اور تینوں دن تم کسی نہ کسی بہانے سے چکر لگا گئے ہو۔ اسلیے خود کو زیادہ مظلوم ظاہر کرنے کی کوشش نہ ہی کرو۔"

"ایک کام تو کرو۔"

"جی فرمائے۔"

"باہر گیٹ پہ آؤ۔"

"Absaam, don't tell me that you are outside the house!"

"یار میں نے کھانے کے لیے میز بُک کروایا ہوا ہے۔ اگر نہ گئے تو دس ہزار کا نقصان ہو گا۔"

"امی مجھے ابھی وارن کر کے گئی ہیں کہ میں باہر کہیں نہ جاؤں۔"

"تم اُن سے چوری آجاؤ۔"

"ابسام میں تمہاری حرکتوں سے بڑی تنگ ہوں۔"

"امثال! دل میں تمہارے لڈو پھوٹ رہے ہیں۔ اس لیے ڈرامہ بند کرو اور باہر آؤ۔"

"واپسی پہ امی کی ڈانٹ تم ہی کھاؤ گے۔"

"اُس نے فون بند کیا۔

اپنی جگہ سے اُٹھی اور دھیمے دھیمے قدم اُٹھاتی اندر چلی آئی۔ اُسکو دیکھتے ہی امی نے کچن کے دروازے سے سر نکالا۔

"ہو گئی بات؟ کیا کہہ رہا تھا؟۔"

"ہاں جی ہو گئی ہے۔ کُچھ خاص نہیں بس حال چال پوچھا۔"

"تم یہ جوس پی لو اور ذرا لیٹ کر کمر سیدھی کر لو آج سارا دن چلتی پھرتی رہی ہو۔ مجھے تو ڈر ہی آتا ہے۔ کہا بھی ہے چلو آرام سے جا کر آپریشن کروا کر بچہ گھر لے آتے ہیں۔ پر تمہیں کون سمجھائے اب ضروری تو نہیں نا کہ پہلا بچہ نارمل ہو گیا ہے تو دوسرا بھی نارمل ہو گا۔ ڈاکٹر کی دی گئی ڈیٹ سے تین دن اوپر ہو چکے ہیں۔ اور یہاں ابھی تک کوئی ہل جُل ہی نہیں ہوئی۔"

"مجھے کیا کہتی ہیں۔ اپنی نواسی سے پوچھیں۔ آپ بھی نری ڈرپوک ہیں۔ لوگ آپریشن سے بھاگتے ہیں۔ اور آپ نارمل کے نام سے بھاگتی ہیں۔"

"مجھے بس تمہاری فکر ہے۔ اللہ خیر خیریت سے یہ کام کر دے! میں اپنی ذمہ داری پہ تمہیں گھر لائی ہوئی ہوں۔ میں نہیں چاہتی اللہ معافی کوئی اونچ نیچ ہو۔"

امثال نے آگے بڑھ کر اُنکو گلے لگایا اور گال پہ پیار کیا۔

"اتنے سارے لوگوں کی دُعائیں میرے ساتھ ہیں، مجھے کُچھ نہیں ہو سکتا۔"

"آمین۔۔ جاؤ جا کر ذرا لیٹ جاؤ۔ میں جوس بھیجتی ہوں۔"

"جی اچھا۔۔۔"

وہ کمرے میں آئی۔ شال اُتار کر الماری میں لٹکی چادر نکالی۔ اوڑھ رہی تھی جب نجمہ اندر آئی۔

"آپ کہاں جا رہی ہیں۔"

"نجمہ کو امی نے امثال کی شادی کے بعد کام کے لیے رکھا تھا۔ دن میں وہ گھر کے کام کرتی اور رات سے پہلے اپنے گھر واپس چلی جاتی۔ سترہ اٹھارہ سال کی بڑی باتونی لڑکی تھی۔ جس کو بولتا دیکھ کر ہمیشہ امثال کو عاقب یاد آتا۔ جو اب خیر سے گریجویشن مکمل کر کے ابسام کے توسط سے ایک ادارے میں نوکری کر رہا تھا۔

"اتنا اونچی آواز میں گلا پھاڑنے کی ضرورت نہیں ہے۔ ادھر ہی ہوں۔ تھوڑی دیر کے لیے باہر جا رہی ہوں۔ تم اُس کُرسی پہ بیٹھ کر دس گھونٹ میں یہ جوس کا گلاس ختم کرو اُس کے بعد باہر جا کر امی کو میرے جانے کی اطلاع کرنا۔ یاد رکھو اُس سے پہلے شور کیا ناں تو اس عید پہ نیا جوڑا نہیں دلواؤں گی۔"

"پر بڑی بی بی نے مجھ پہ بڑا غصہ کرنا ہے۔"

"کوئی بات نہیں یہ لو یہ پکڑو۔"

اُس نے اپنے ہینڈ بیگ میں سے ہزار کا نوٹ نکال کر اُسکے ہاتھ پہ رکھا۔

"گھر جاتے ہوئے راستے میں آئس کریم لیکر کھا لینا۔ ڈانٹ کا سارا اثر ختم ہو جائے گا۔"

"آپ نے مجھے رشوت خور بنا دیا ہوا ہے۔"

"یہ رشوت نہیں ہے۔ ٹپ ہے ٹپ۔۔ اچھا اب میرے نکلنے کے بعد پچھلا دروازہ بند کر کے تین منٹ بعد کمرے سے نکلنا۔"

وہ چادر سے اچھی طرح اپنے وجود کو ڈھانپنے کے بعد دوسرے دروازے سے نکلنے لگی تو نجمہ بولی۔۔

"جوس تو پیتی جائیں۔"

"تم پیو میں باہر سے پی لونگی۔"

اور آگے بڑھ گئی۔ بغیر آواز پیدا کئے بیرونی گیٹ کا چھوٹا پٹ کھول کر گردن باہر نکالی۔

ابسام کی گاڑی تھوڑی دور کھڑی تھی۔ مگر اُسکو دیکھ کر آگے آکر گیٹ کے سامنے رُک گئی۔

امثال کے بیٹھتے ہی اُس نے گاڑی آگے بڑھا دی۔ لبوں پہ مُسکراہٹ کھیل رہی تھی۔ جینز کے اوپر کالی شرٹ میں وہ اپنے آدھے سفید سر کے ساتھ بڑا ہینڈسم لگ رہا تھا۔

"تھینک یو فور کمنگ" !

"مجھے تھینک یو مت بولو! بس واپسی پر جو تمہاری پٹائی ہونی ہے اُس کے لیے خود کو ذہنی طور پر تیار رکھو۔"

"بعد کی بعد میں دیکھی جائے گی۔ اس وقت ہمارے سامنے بڑی خوبصورت شام ہے۔ جسے ہم اور خوبصورت بنائینگے۔"

"واہ واہ واہ۔۔۔!! کیا کسی شاعر کی روح آن سمائی ہے۔"

"بس جی بیوی کی محبت نے شاعر بنا دیا ہے۔ مگر کبھی غرور نہیں کیا۔"

"ہم کہاں جا رہے ہیں۔"

"ڈیٹ پر۔۔۔"

"اُف اللہ میاں! میں اس لفظ سے تنگ آگئی ہوں۔ ہماری شادی کو چار سال ہو گئے ہیں۔ اتنی پُرانی ریلیشن میں ڈیٹ نہیں ہوتی۔"

"وہ تو بور لوگوں کے لیے نہیں ہوتی۔ زندہ دل اور ایک دوسرے سے محبت کرنے والے میاں بیوی کے لیے شادی کے پچاس سال بعد بھی ہر دن ڈیٹ ہے۔"

"تمہاری شکل دیکھ کر لوگ تمہیں انتہائی شریف سمجھتے ہیں۔"

"وہ تو میں ہوں۔"

"ہاں جانتی ہوں کتنے شریف ہو۔"

"ڈونٹ ٹیل می مسز ابسام کہ تمہیں میری شرافت پہ شک ہے۔"

"کوئی ایسا ویسا۔۔"

"تو کس طرح دور ہو سکتا ہے۔"

"صرف اس صورت میں کہ تم ہر ہفتے یہ ڈیٹ ڈیٹ کھیلنا بند کر دو۔ اور پلیز بتا دو۔ آج ہم ڈنر کے لیے کہاں جا رہے ہیں۔"

"آج کا انتظام ذرا ہٹ کر ہے۔ نہ صرف ڈنر ہو گا۔ بلکہ مووی نائٹ منائیں گے۔"

"ہاں ہاں نائن منتھ کی ہیولی پر گننٹ عورت ڈھائی تین گھنٹے کے لیے سینما میں بیٹھے گی۔ دماغ تو ٹھیک ہے؟"

"ہم مووی سینما میں نہیں دیکھ رہے۔"

"تو پھر۔۔۔"

"سرپرائز بھی کسی چڑیا کا نام ہے امثال۔۔۔"

"چلو جی ایک اور سرپرائز! اب اللہ کرے میری طبعیت کوئی سرپرائز نہ دیدے۔۔۔"

"انشااللہ سب ٹھیک رہے گا۔ ڈونٹ یو وری۔ اُس نے ہاتھ بڑھا کر امثال کے بڑھے ہوئے جسم پر رکھا۔ اور پیار بھری نرم نظروں سے اسے دیکھا جو آج کل نظر لگ جانے کی حد تک خوبصورت ہو رہی تھی۔

اُس نے گاڑی ایک گیٹ پہ روکی۔ ہارن دینے کی دیر تھی دوسری جانب سے دروازہ کُھل گیا۔

امثال سوالیہ نظروں سے اُسکو دیکھ رہی تھی۔ جسکا سارا دھیان سامنے تھا۔

ایک لمبے سے راستے کو عبور کرنے کے بعد گاڑی رُک گئی۔

"یہ کس کی جگہ ہے؟۔۔"

"یہ میرے اُس دوست کی جگہ ہے۔ جس کی بیوی ڈاکٹر ہے۔ یاد ہے ہم اُنکی بیٹی کی شادی پہ گئے تھے۔"

"ہاں تو کیا وہ لوگ اب مستقل یہیں رہتے ہیں؟"

"نہیں، رہتے تو وہ اپنے پرانے گھر میں ہی ہیں۔ مگر آج ادھر آئے ہوئے ہیں۔ اب مزید سوال وجواب کو چھوڑو اور نکلو باہر۔ بلکہ رُکو! میں مدد کرتا ہوں۔"

وہ اپنی جانب سے نکل کر امثال کے دروازے پہ آیا۔ دروازہ کھول کر اُسکا ہاتھ تھام کر باہر نکلنے میں مدد دی۔ ایک دم اُٹھ کر

کھڑے ہوتے ہی امثال کو اپنی کمر میں درد کی لہر دوڑتی محسوس ہوئی۔ جو کہ آج کل عام سی بات تھی۔ اسلیے وہ اگنور کر گئی۔

انکے ارد گرد دلش گرین گراس اور اُسی رنگ کے اونچے اونچے درخت تھے۔ ہلکی ہلکی ہوا چل رہی تھی ورنہ تو آج کل حبس نے ڈیرے ڈالے ہوئے تھے۔ اگست کا مہینہ تو پسینے چھڑانے کے لئے مشہور ہے کہ اس ماہ میں حبس زیادہ ہوتی ہے۔ وہ اُسکا ہاتھ پکڑ کر رہائشی عمارت کی مخالف سمت میں چل پڑا۔ آگے مصنوعی پہاڑی بنی ہوئی تھی۔ جس پر سے ہوتے ہوئے وہ لوگ دوسری جانب اُترتے سامنے کا منظر دیکھ کر امثال نے دونوں ہاتھ منہ پہ رکھ لیے۔

چکور کی شکل بنا کر چاروں کونوں میں بانس کے ڈنڈے فٹ کئے گئے تھے۔ جن پر لائٹنگ کی گئی تھی۔ کُچھ لڑیاں نیچے لٹک رہی تھیں۔ پر زیادہ تر فریم کے اوپری حصے کو ہالے کی صورت گھیرے ہوئے تھیں۔ جس کے اندر ایک دو سیٹر کالے رنگ کا صوفہ سیٹ پڑا ہوا تھا۔ سامنے میز پہ کھانا سرو کر کے ڈھانپ کر رکھا تھا۔ اور سب سے دلچسپ چیز وہ ساٹھ پینسٹھ انچ کی ایل سی ڈی سکرین تھی جس پر اسی لمحے جان لیجینڈ کے گانے "آل آف می" کی وڈیو چلنے لگی تھی۔ ہلکا ہلکا میوزک سارے ماحول کو اور بھی پُر اثر بنا رہا تھا

۔

امثال نے گردن موڑ کر ابسام کو دیکھا تو آنکھوں میں نمی تھی۔

"تمہاری محبت مجھے معتبر کرتی ہے ابسام۔۔۔ مجھے اپنا آپ اچھا لگنے لگتا ہے۔ کیا محبت اتنی طاقتور ہوتی ہے جو آپ کے دل کی اس خوبصورتی سے رفوگری کر دے کہ بھولے سے بھی کوئی غم یاد نہ آئے، زندگی پر، اللہ کی ذات پر یقین اور بھی محکم کر دِے۔ انسان کا اس بات پر ایمان کامل ہو جائے "میں اکیلا نہیں ہوں۔ کوئی ہے جو ہر لمحہ مجھ پر نظر رکھے ہوئے ہے۔ میں گر گئی تھی۔ اُس نے میری زندگی میں تمہیں بھیج کر مجھے پھر سے اُٹھا دیا۔"

ابسام کی اُسکے ہاتھ پر گرفت اور بھی مضبوط ہوئی۔ ہاتھ اُٹھا کر لبوں سے لگا لیا۔

"آر یو ہنگری؟۔۔"

وہ نم آنکھوں سمیت مُسکرا دی۔

"یس پلیز۔۔۔"

دونوں اُس چکور کے اندر آئے۔ اوپر کُھلا آسمان انہیں ڈھانپے ہوئے تھا۔ ابسام نے اُسکے لیے کُرسی کھینچی پھر اپنی جگہ پہ براجمان ہوا۔

اُسی پل ایک باوردی بیرا قریبی کاٹیج سے برآمد ہوا۔ امثال نے بیرے کو دیکھتے ہی ابسام کی جانب بھنوئیں اچکا کر دیکھا۔ جواب میں اُس نے کندھے اُچکا دیئے۔

بیرے نے آکر ڈشز پر رکھے ڈھکن ہٹائے۔ سٹیک کی خوشبو نے منہ میں پانی بھر دیا۔

لیمب سٹیک کے ساتھ سوس اور روسٹڈ آلو تھے۔ ساتھ میں رشین سلاد موجود تھا۔

بیرا دونوں کے گلاسوں میں سپرائیٹ ڈالنے کے بعد میز کے اوپر رکھی موم بتیاں جلا کر واپس مُڑ گیا۔

"ابسام صاحب! اس ساری سیٹنگ کے پیچھے کس کے ذہن کی محنت ہے؟۔"

"تم اُسکو اپنے سامنے بیٹھا ہوا دیکھ رہی ہو۔"

اس صورت میں یہ ضرور کہنا چاہوں گی "میں بہت متاثر ہوئی ہوں۔"

"نوازش جناب کی۔۔۔"

"سچی میں۔۔۔ مگر ایک مسئلہ ہے۔"

"وہ کیا؟۔۔"

وہ اپنا ہاتھ روک کر پوری طرح سے اُسکی جانب متوجہ ہوا۔

"مسئلہ یہ ہے کہ میں یوں ٹانگیں لٹکا کرسی پہ زیادہ سے زیادہ دس منٹ تک ہی بیٹھ سکتی ہوں۔ کیونکہ میرے پیروں کی سوزش اور زیادہ ہو جاتی ہے۔"

"اوہ! مجھے اسکا خیال کیوں نہیں آیا۔"

"یہ کہتے ہی وہ اپنی جگہ سے اُٹھا۔۔۔ بیرے کو آواز دی۔۔ امثال کو صوفے پہ بیٹھنے کا بولا۔

بیرے کے ساتھ اس دفعہ ایک لڑکی بھی باہر آئی۔ جس کے ہاتھ میں ایک پیروں والا چھوٹا ٹب تھا۔

جو اُس نے لاکر امثال کے سامنے زمین پہ رکھ دیا۔ امثال حیرت سے اسکی شکل دیکھنے لگی۔ جو کہہ رہی تھی۔ میم اپنے پاؤں پانی میں رکھیں۔"

"اُس نے کہا مان کر پیر نیم گرم پانی میں رکھ دیئے۔"

جب وہ پُر سکون ہو کر بیٹھ گئی تو ابسام میں اُسکی گود میں نیپکن ڈالنے کے بعد کھانے کی پلیٹ اُسے تھمائی۔ بیرے نے ایک سٹول صوفے کے قریب رکھ کر اُس پہ دونوں کے گلاس اور سلاد وغیرہ رکھ دیا۔ دوسرا میز وہاں سے ہٹا دیا۔

"سوری میں میز پہ بیٹھ کر کینڈل لائٹ ڈنر انجوائے نہیں کر پائی۔"

"مجھے کوئی فرق نہیں پڑتا۔ ویسے بھی آئی تھینک پیرنٹس ہونے کی وجہ سے ہمارا کینڈل لائٹ ایسا ہی ہونا تھا۔ ابھی تو اپنا شیرو نانی کے پاس ہے ورنہ ابھی تک اس ساری سیٹنگ کا پوسٹ مارٹم کر چُکا ہوتا۔"

پاک سوسائٹی پر موجود مشہور و معروف مصنفین

عُمیرہ احمد	صائمہ اکرام	عُشنا کوثر سردار	اشفاق احمد
نمرہ احمد	سعدیہ عابد	نبیلہ عزیز	نسیم حجازی
فرحت اشتیاق	عفت سحر طاہر	فائزہ افتخار	عنایت اللّٰہ التمش
قُدسیہ بانو	تنزیلہ ریاض	نبیلہ ابر راجہ	ہاشم ندیم
نگہت سیما	فائزہ افتخار	آمنہ ریاض	مُمتاز مُفتی
نگہت عبدُاللّٰہ	سباس گُل	عنیزہ سید	مُستنصر حُسین
رضیہ بٹ	رُخسانہ نگار عدنان	اقراء صغیر احمد	علیمُ الحق
رفعت سراج	اُمِ مریم	نایاب جیلانی	ایماے راحت

پاک سوسائٹی ڈاٹ کام پر موجود ماہانہ ڈائجسٹس

خواتین ڈائجسٹ، شُعاع ڈائجسٹ، آنچل ڈائجسٹ، کرن ڈائجسٹ، پاکیزہ ڈائجسٹ، حناء ڈائجسٹ، رِدا ڈائجسٹ، حجاب ڈائجسٹ، سسپنس ڈائجسٹ، جاسُوسی ڈائجسٹ، سرگُزشت ڈائجسٹ، نئے اُفق، سچی کہانیاں، ڈالڈا کا دسترخوان، مصالحہ میگزین

پاک سوسائٹی ڈاٹ کام کی شارٹ کٹس

تمام مُصنفین کے ناولز، ماہانہ ڈائجسٹ کی لسٹ، کِڈز کارنر، عمران سیریز از مظہر کلیم ایم اے، عمران سیریز از ابنِ صفی، جاسُوسی دُنیا از ابنِ صفی، ٹورنٹ ڈاؤنلوڈ کا طریقہ، آن لائن ریڈنگ کا طریقہ،

ہمیں وزٹ کرنے کے لئے ہمارا ویب ایڈریس براوزر میں لکھیں یا گُوگل میں پاک سوسائٹی تلاش کریں۔

اپنے دوست احباب اور فیملی کو ہماری ویب سائیٹ کا بتا کر پاکستان کی آن لائن لائبریری کا ممبر بنائیں۔

اِس خوبصورت ویب سائٹ کو چلانے کے لئے ہر ماہ کثیر سرمایہ درکار ہوتا ہے، اگر آپ مالی مدد کرنا چاہتے ہیں تو ہم سے فیس بک پر رابطہ کریں۔۔۔

http://paksociety.com

"ہائے کیوں یاد کروادیا۔ اب میں اُس کے بغیر یہاں آنے پر گلٹی فیل کررہی ہوں۔ اُسکو بھی ساتھ لیکر آنا چاہیے تھا۔"

"ہاں تاکہ جب وہ تمہاری اس گراؤنڈ میں دوڑ لگواتا تو کم از کم لیبر پین تو سٹارٹ ہوتی۔"

"اسی وجہ سے میں نے بہت دُعائیں کی تھیں۔ یا اللہ اس دفعہ بیٹی مل جائے۔ لڑکے تو دو منٹ بھی ایک جگہ ٹک کر نہیں بیٹھ سکتے۔ الماس آپا کی بیٹیاں کتنی کیوٹ ہیں۔ نہ فضول کی اُچھل کود کرتی ہیں۔ وہ تین ہیں اور ماں کو کوئی فکر نہیں ہوتی۔ اور میرا ایک تھا۔ جس نے مجال ہے کبھی مجھے کسی فنکشن میں سکون سے انجوائے کرنے دیا ہو۔"

"اور جب اُس نے جوتوں والی پالش سے اپنا فیشل کیا تھا۔"

ابسام کے یاد کروانے پر امثال کو اچھو لگتے لگتے بچا۔

"ہائے میری قسمت! توبہ! پورا ہفتہ اُس کے پاس سے شو پالش کی بدبو آتی رہی تھی۔ سارا چہرہ، سارے ہاتھ، بازو۔۔۔ اور اس سارے کام میں اُسکو صرف تین منٹ لگے تھے۔ تین منٹ کے لیے واصف اپنے کمرے سے نکل کر کچن تک آیا۔ واپس گیا تو صاحب جی افریقی نژاد بنے بیٹھے تھے۔"

"اور جب ٹی وی خراب کر دیا تھا؟۔۔"

"تم آج میرے زخموں پر نمک چھڑکنے کو ادھر لائے ہو۔ وہ ٹی وی مجھے نہیں بھولتا۔ ہائے اُسکی کلر ٹیوب اس قدر شاندار تھی۔ یہ محسوس ہی نہیں ہوتا تھا کہ آپ ٹی وی دیکھ رہے ہیں۔ ایسا ہی لگتا جیسے انسانوں کو اصل میں اپنے سامنے دیکھ رہے ہیں۔ اور شیر و نے اُس ٹی وی کو کیسے خراب کیا۔ یہ بات آج تک صرف ایک مسٹری ہے۔"

ابسام خود بھی مسکرا رہا تھا۔ بولا۔

"جو تمہارے ڈریسنگ ٹیبل پر ترتیب سے سجے پرفیومز، لپ اسٹکس کے ساتھ ہوئی مجھے اُس پہ دلی افسوس ہے۔"

امثال ہنستی چلی گئی۔

"اُس نے میری ایک لپ اسٹک نہیں چھوڑی سب کو توڑ مروڑ کر سارے شیشے پہ ڈیزائن بنائے۔ اُکتا کر میں نے وہاں سے ہر چیز ہٹا کر الماری کے سب سے اوپری خانے میں رکھی ہے۔ کیونکہ دراز کی چابی لگی رہ جاتی تھی۔ اُسکو موقع مل جاتا۔"

"ان گزرے تین سالوں میں شیر و نے تمہیں بہت تنگ کیا ہے۔ جب ٹھیک نہیں ہوتا تو راتوں کو تمہیں سونے بھی نہیں دیتا۔ کیا اس ساری مُشقت نے تمہیں بدل دیا؟ کیا تم یہ سوچتی ہو کہ کاش یہ نہ ہی ہوتا؟؟"

"استغفر اللہ!۔۔۔ کیا اول فول بول رہے ہو۔ شیر و میری سب سے بڑی خوشی ہے۔ وہ جتنا مرضی شرارتی ہے۔ مجھے پھر بھی جان سے بڑھ کر عزیز ہے۔ میں تو ماں ہوں۔ تم بتاؤ نا! تمہارے آفس کے ڈاکومنٹس پر اُس نے چائے گرادی تھی۔ کیا اس بات

پہ تمہیں اُس سے نفرت ہوئی؟۔۔"

"ابسام کی مسکراہٹ اور گہری ہوئی۔

"وہ ایک بہت ہی کانفیڈینشل فائل تھی۔ جس کی اور کاپی بھی میرے پاس نہیں تھی۔ اُس کے ضائع ہونے پر میرا نقصان بھی ہوا تھا۔ مگر آئی مسٹ سے۔۔۔۔"مجھے شیرو سے پہلے دن جیسی ہی محبت ہے۔ جو ہر گُزرتے دن کے ساتھ زیادہ تو ہوتی ہے۔ کم نہیں اُس کے بغیر میں اپنی زندگی کا تصور بھی نہیں کر سکتا۔"

یونہی باتوں باتوں میں اُنہوں نے کھانا ختم کیا۔ بیرا آکر برتن لے گیا۔ اور اُن کو میٹھا دے گیا۔

جب وہ فالودے کے پیالے سے لطف اندوز ہو رہی تھی۔ وہی لڑکی واپس آئی۔ اُسکے پیروں کو پانی میں سے نکال کر تولیے سے خُشک کیا پھر ایک صوفے کی اونچائی کے سٹول پر رکھ کر دھیرے دھیرے مالش کرنے لگی۔

امثال کو اتنا سکون آیا۔ بے اختیار آنکھیں بند ہو رہی تھیں۔ ابسام اُسکو صوفے کی پُشت سے ٹیک لگاتے دیکھ کر ہنستے ہوئے بولا۔

"لگتا ہے۔ میری پلاننگ کام کر رہی ہے۔ تمہیں یہ سب اچھا لگ رہا ہے۔"

"صرف اچھا لگنا بہت چھوٹا کمپلیمنٹ ہے۔ مجھے تو لگ رہا ہے۔ جنت میں بیٹھی ہوئی ہوں۔ بیسٹ ڈنر ہے۔ تھینک یو۔۔۔!! ۔۔۔"

"یو آر موسٹ ویلکم۔۔ مگر ایک بات ابھی بتانی باقی ہے۔"

"وہ کیا؟۔۔"

"میں نے یہ کاٹج کرائے پہ لیا ہے۔"

"اسکی کیا ضرورت تھی۔"

"بس ایسے ہی، مجھے ایک ہفتے کی چھٹیاں ہیں۔ سوچا آب و ہوا تبدیل کی جائے۔"

"واہ! کیا شاہانہ انداز ہے۔ تم جو سوچ رہے ہو ناں۔ تمہاری اور میری ماں نے وہ ہونے نہیں دینا۔"

ابھی اُسکی بات منہ میں ہی تھی۔ جب ابسام کے فون کی گھنٹی بجی۔۔۔۔

"لو جی! ہو گئی دشمنوں کو خبر۔۔۔۔"

اُس نے بڑبڑاتے ہوئے فون جیب سے نکالا اور سکرین امثال کے سامنے کی۔۔۔

جس پہ امی حضور لکھا آرہا تھا۔

اُسکی شکل دیکھ کر امثال کی ہنسی چھوٹ گئی۔ چلو رانجھے!! فون اُٹھاؤ۔۔۔"

ابسام نے اُسے مصنوعی گھوری سے نوازتے ہوئے فون کان سے لگایا۔

"جی امی جی۔۔۔"

"جی امی جی کے بچے! کوئی عقل ہے یا سارا سر دھوپ میں سفید کیا ہے؟۔۔"

"امی میری عمر صرف اٹھائیس سال ہے۔ اب سر وقت سے پہلے سفید ہو گیا تو میں کیا کروں۔"

"بڑی باتیں آتی ہیں۔ کدھر ہے وہ؟۔۔"

"کون۔۔؟"

"تمہاری بیوی اور کون۔"

"اوہ! وہ۔۔۔۔۔ یہ میرے پہلو میں بیٹھی دانت نکال رہی ہے۔"

امثال نے ایک ہاتھ اُسکے بازو پہ جڑا۔۔

"کُچھ دن سکون سے نہیں نکال سکتے ہو۔"

"میں تو بڑا خوش ہوں کہ یہ اپنی ماں کے گھر گئی ہوئی ہے۔ میں بھی زرا آزادی سے چار دن انجوائے کرونگا۔ مگر اسکو سمجھائیں ابھی آدھے گھنٹے پہلے فون کر کے بولی میرا فالودہ کھانے کو بڑا دل کر رہا ہے۔ کہیں باہر لے جاؤ۔ اب اگر بات نہ مانتا تب بھی اس نے طعنے مارنے تھے۔"

"خالہ یہ جھوٹ بول رہا ہے۔ امی سے پوچھ لیں۔ کس نے کس کو فون کیا تھا۔"

"امثال وہ تو پاگل ہے۔ تم ہی خیال کر لیا کرو۔ اللہ معافی دے! یہ دن یوں لور لور پھرنے کے نہیں ہیں۔"

"امی فکر نہ کریں۔ کسی فوڈ شاپ وغیرہ پہ نہیں ہیں۔ بڑی پُر سکون جگہ پہ لایا ہوں۔ ڈاکٹر بھی قریب ہی ہے۔ آج رات یہیں پر ہے۔ آپ خالہ کو بھی بتا دینا۔ ٹینشن نہ لیں۔ میں ہوں ناں۔"

"کیسے ٹینشن نہ لوں۔ تم اپنی تو بات ہی نہ کرو۔ بیوقوف کہیں کے۔"

امثال نے دونوں بازو ہوا میں بلند کر کے بغیر آواز کے نعرہ مارا۔۔۔"یاہو۔۔۔۔"

جبکہ وہ مسکین سی صورت بنائے اپنی امی کو منانے کی کوشش کر رہا تھا۔

"کیا بات کرتی ہیں۔ ماں آپ نے ہی میری صلاحیتوں کی تعریف نہیں کرنی تو دوسرے لوگ کیا میری قدر کریں گے۔ میرے آفس میں مجھ سے زیادہ ذمہ دار آدمی کوئی نہیں ہے۔ اور آپ ہر دفعہ لاہ پاہ کے میری ہتھ پکڑا دیتی ہیں۔ دشمن آپکی بات

سے بہت خوش ہو رہے ہیں۔ اُسکا اشارہ امثال کی جانب تھا۔

دو چار تسلی کے بول بولنے اور تین چار وعدے کرنے کے بعد ماتھے سے ان دیکھا پسینہ صاف کرتے ہوئے بولا۔۔

"آج آپکے چھوٹے بیٹے کا انٹرویو تھا۔ کیسا گیا؟"

"اللہ جانے کیسا گیا ہے۔ وہ تو ایسے تھکا ہوا آیا تھا جیسے انٹرویو دیکر نہ آیا ہو۔ بلکہ کسی میراتھان میں دوڑ کر آیا ہے۔ آتے ساتھ سو گیا پھر اُٹھ کر شام سے باہر نکلا ہوا ہے۔ ابھی تک واپسی نہیں ہوئی۔"

"ثمرہ کی کال آئی تھی۔ کہہ رہی تھی۔ امی کو بتا دینا کل مری سے واپس آ رہی ہوں۔ یاد سے میری ساس کو فون کر دیں کہ ثمرہ کو دو ماہ کے لئے میکے بھیج دیں۔"

"یہ لڑکی بس میری ناک کٹوائے گی۔ دو ہفتے مری رہ کر بھی اسکا دل نہیں بھرا۔ ساس اسکی بچاری بیمار عورت ہے۔ گھر میں لاکھ نوکر سہی پر اسکی ضرورت سے تو انکار نہیں کیا جا سکتا۔ تم نے کہہ دینا تھا۔ آرام سے اپنے گھر بیٹھو! جب خیر سے میرے فلک شیر کا بھائی یا بہن آ جائے تو دیکھنے آ جانا۔"

"یہ نیک کام آپ خود ہی کیجئے گا۔ میں تو کہتا ہوں۔ بچاری کے پاس یہ جو چار دن آزادی کے ہیں۔ اسکو گھومنے پھرنے دیں۔ جب عبداللہ کی سکولنگ سٹارٹ ہو گئی۔ پھر کہاں ایسے آیا جایا کرے گی۔"

"ابسام تم اپنے بہن بھائی کی صفائی دینے میں ہمیشہ سے ماہر ہو۔ میں کونسی اُس کی دشمن ہوں۔ پر انسان کو تھوڑا سوچ سمجھ سے کام لینا لینا چاہیے۔ ساس کی طبیعت بہتر ہو تو جتنے دن مرضی چاہے ہماری طرف رہ لے۔ کون روک رہا ہے۔ اچھا! اب تم اُسکا خیال رکھنا میں فون بند کر رہی ہوں۔"

"اپنی بہن کو بھی بتا دیجئے گا۔ یہ نہ ہو دو منٹ بعد اُنکی آدھے گھنٹے کی کال آ جائے۔ میرا ڈنر درمیان میں ہی پگھل رہا ہے۔"

"وہ بہت غُصے میں ہے۔ کال نہیں کریں گی۔ سیدھی چھترول کرنے کا ارادہ رکھتی ہیں۔ خُدا حافظ۔۔"

ماں کو جواب میں اللہ حافظ بول کر فون صوفے پر رکھتے ہوئے بولا۔۔۔

"ان لوگوں کے لیے میں نے اپنی اسلام آباد والی جاب چھوڑ دی۔ اپنا ذاتی گھر کرائے پہ دیکر مستقل انکے ساتھ رہ رہا ہوں۔ پھر بھی یہ لوگ راضی نہیں ہوتے۔"

امثال اس دوران لڑکی کا شُکریہ ادا کر کے اُسے وہاں سے بھیج چکی تھی۔

"کن لوگوں کی بات کر رہے ہو؟۔۔"

"یار یہی میرے اور تمہارے گھر والے اور کون۔۔"

"شرم کرو کیا بول رہے ہو۔"

"میں کیوں شرم کروں۔ میں نے شادی شرم کرنے کے لیے نہیں کی تھی۔"

"تو کون تمہیں کہہ رہا ہے۔ نقاب پہن کر گھومو۔۔ ایک تو مفت میں سب گھر والے تمہارے بیٹے کے نخرے دیکھتے ہیں۔ اتنا پیار دیتے ہیں۔ اُنکا شُکریہ ادا کرنے کی بجائے اُلٹا صاحب جی نے شکوے پالے ہوئے ہیں۔"

"میں کس بات کا شُکریہ ادا کروں۔ اپنے پوتے، بھتیجے، بھانجے، نواسے کو پیار دیتے ہیں۔ کوئی احسان نہیں کرتے۔ شکریہ تو اُنکو میرا ادا کرنا چاہیے جو اپنی بیوی اور بیٹے کو ان سب سے ملنے دیتا ہوں۔ ورنہ میں تو تم دونوں کو سب سے چُھپا کر رکھوں۔ جہاں صرف میں ہی تم دونوں کو دیکھ سکوں۔ اور میں ہی پیار کر سکوں کسی اور کے باپ کی اجارا داری نہ چلے۔"

امثال کا چہرہ ہنسی روکنے کے چکر میں سُرخ ٹماٹر ہو رہا تھا۔ بڑی مُشکل سے بولی۔

"توبہ! توبہ! توبہ!۔۔۔ تم تو انتہائی شدت پسند انسان ہو۔ شُکر ہے۔ دہشت گرد نہیں ہو۔"

"ہنس لو ہنس لو اور جو وہ تم دس دفعہ میرے ماں باپ کو یہ پوچھنے جاتی ہو ناں کسی چیز کی ضرورت تو نہیں ہے۔ وہ کوئی بچے نہیں ہیں۔ اگر اُنکو کُچھ چاہیے ہو گا۔ خود ہی جا کر لے لیں گے۔"

"وہ تو میں تم سے بھی پوچھتی ہوں۔ کیا تمہیں بھی پوچھنا چھوڑ دوں۔"

"میں غیروں کی بات کر رہا ہوں۔ اپنی نہیں۔"

امثال ہنستی چلی گئی جانتی جو تھی۔ سب ڈرامہ کر رہا ہے۔ اپنے ماں باپ کی عزت میں خود ابسام نے بھی کبھی حرف نہیں آنے دیا تھا۔ مگر امثال کو تنگ کرنے کو وقتاً فوقتاً ایسے شُغل لگا تا رہتا تھا۔

امثال عشاء کی نماز پڑھ کر فارغ ہوئی تو ابسام نے مووی لگا دی۔

"آج پلیز فلم دیکھنے کے دوران اپنی کمنٹری بند رکھنا۔ نہیں تو میں فلم بند کر دونگا۔"

"اچھا ایویں نہ رُعب جھاڑا کرو۔ اگر تمہیں مووی دیکھنے کے دوران بولنا اتنا ہی بُرا لگتا ہو۔ تو تم ضد کر کے ہر مووی میرے ساتھ بیٹھ کر نہ دیکھو۔"

"تم کافی سمجھدار ہوتی جا رہی ہو۔"

"جناب میں پیدا ہی سمجھدار ہوئی تھی۔"

"نہیں خیر اب اتنی بھی اَنّھی نہ ڈالو۔"

"مووی ہے کس کی؟۔۔"

"بین ایفلک اور کیون کوسٹلر کی۔۔۔کریمنل۔۔"

"ہائے میرا فیورٹ بین ایفلک۔۔۔۔اُسکی سمائل میں اتنی معصومیت ہے۔بالکل بچوں جیسی۔۔۔"

"تم میرے سامنے اپنے فیورٹ ہیروز کی تعریف کرنے سے پرہیز کیا کرو۔"

وہ ہنستے ہوئے بولی۔

"کیا تم جیلس ہوتے ہو؟۔۔"

"ہو بھی سکتا ہوں۔"

"تم بھی تو جینیفر لورینس کی تعریف کرتے ہو۔میں نے تو کبھی بُرا نہیں منایا۔"

مووی میں بین کے مرنے پر امثال نے نہ صرف آنسو بہائے۔بلکہ کوسنے بھی دیئے۔

"کیا تھا جو یہ کیون کی جگہ بین کو اور بین کی جگہ کیون کو لے لیتے۔"

"اُس سے کیا ہونا تھا۔"

"بین مووی کے اینڈ تک نظر تو آتا۔کیون بھی کلاس کا ایکٹر ہے۔پر بین تو بین ہے نا۔پر،اوور آل،مووی واز گریٹ! تھینک یو۔"

"یو آر ویلکم۔۔۔اُٹھ کے کہاں جا رہی ہو۔؟۔۔"

"میں مزید نہیں بیٹھ سکتی بس!چیں بول گئی ہے۔اور ٹھنڈ بھی لگ رہی ہے۔"

"چلو میں تمہیں بیڈروم دکھا دیتا ہوں۔آرام کرلو۔"

ابسام اُسے کمرے میں چھوڑ کر خود واپس باہر آیا۔ملازم کے ساتھ مل کر ٹی وی اسٹینڈ کھینچ کر اندر کیا۔دوسرا کام ملازم نے خود ہی کر لیا۔جب تک وہ سارے دروازے بند کر کے اندر آیا۔امثال جی گہری نیند میں جا چکی تھیں۔

ابسام نے کپڑے بدلے،ائیر کنڈیشنر کی کولنگ تھوڑی کم کی اور امثال کے اوپر کمبل برابر کر کے خود بھی لیٹ گیا۔نیند کی وادی میں اُترتے زیادہ دیر نہیں لگی تھی۔

وہ یہ سمجھ رہی تھی۔کوئی خواب دیکھ رہی ہے۔جس میں اُسکا جسم انتہائی شدید درد سے گُزر رہا ہے۔مگر اچانک آنکھ کُھلنے پر احساس ہوا۔وہ خواب نہیں حقیقت تھی۔پہلے تو اجنبی جگہ دیکھ کر گھبرائی مگر نیم اندھیرے میں بیڈ پہ موجود ابسام کو دیکھ کر سکون ہوا۔

"سُنو!مجھے درد ہو رہی ہے۔اُٹھ جاؤ"!

اُس نے کہا تو مگر ابسام کی نیند میں خلل نہیں آیا۔

اس دفعہ اُس نے ہاتھ بڑھا کر ابسام کا شانہ زور سے ہلایا۔

"گھر جانا ہے۔۔۔۔ اُٹھو۔۔۔۔!!۔۔"

اب کے وہ فوراً اُٹھ بیٹھا۔

"یو او کے۔۔۔؟"

"نہیں۔۔ پلیز! امی یا خالہ کو فون کرو۔"

امثال کی پُر نم آواز پہ وہ ٹوٹے ہوئے سپرنگ کی طرح بیڈ سے نکلا تھا۔ پہلے لائٹ آن کی۔۔ پھر اُسکے پاس آیا۔

"کیا بہت تیز درد ہے؟۔۔"

اس دفعہ اُس نے بس اثبات میں سر ہلانے پہ اکتفا کیا۔

ابسام اپنا موبائل لیکر کمرے سے نکل گیا۔

سب سے پہلے ڈاکٹر فرحت کو کال کی۔ جو اُنہوں نے بڑی لیٹ اُٹھائی۔ بعد میں پتا چلا وہ ابھی ہاسپٹل سے آکر سوئی ہی تھیں ۔جب ابسام کی کال آگئی۔ پر اُنہوں نے "ابھی آئی!" کہہ کر فون رکھا۔ ابسام نے ڈرتے ڈرتے امی کا نمبر ملایا۔ جو کہ دوسری بیل پہ ہی اُٹھایا گیا۔

"ہیلو؟۔۔"

"امی میں بول رہا ہوں۔ آپ ذرا واصف کے ساتھ ادھر آجائیں۔ میں واصف کے فون پہ ایڈریس ٹیکسٹ کر دیتا ہوں۔"

"دیکھا! وہی ہوا نا۔۔۔ جلدی سے اُسکو ہاسپٹل لے جاؤ۔"

"ڈاکٹر آرہی ہے۔ چیک اپ کر کے اگر بولے گی تو ہاسپٹل ہی لیکر جاؤنگا۔ آپ تو آئیں۔"

"ہاں اب اور کُچھ نہیں تو ماں پر رُعب ڈالو۔"

آدھے گھنٹے بعد دادی نانی دونوں آچکی تھیں۔ ڈاکٹر نے بھرپور تسلی دی کہ ہاسپٹل لے جانے کی ضرورت نہیں ہے۔ مگر اُن دونوں بہنوں کو ہی بے یقینی تھی۔

"ڈاکٹر اندر اپنی نرس کے ہمراہ امثال کے ساتھ مصروف تھیں۔ اور باہر یہ دونوں بہنیں ابسام کو گھیرے بیٹھی تھیں۔

"مجھے تو اس ڈاکٹر کی سمجھ نہیں آرہی۔ ہمیں تسلیاں دے رہی ہے۔ حالانکہ نہ ادھر آکسیجن کا انتظام ہے۔ نہ کسی قسم کی کوئی مشنری ہے۔"

ابسام خود پریشان تھا۔ اندر سے آتی امثال کی دبی دبی چیخیں دل چیر رہی تھیں۔

"آپ دونوں نے چُپ کرنا ہے یا مجھے ہارٹ اٹیک کروائیں گی؟ بتایا تو ہے۔ ڈاکٹر کہتی ہیں۔ لیبر آخری لمحات میں ہے۔ اتنا وقت نہیں ہے جو اُسے کہیں اور لے جایا جاسکے۔"

"تو تم اُسکو پہلے ہی کیوں نہ لے گئے۔ یہ نوبت ہی کیوں آنے دی۔"

"جب اُس نے مجھے بتایا اُسی وقت میں نے ڈاکٹر کو کال کردی تھی۔"

اُس نے صفائی دی ہی تھی کہ ساتھ ہی اُسکی امی بولیں۔

"ہائے میرے اللہ! نہ جانے کتنی دیر سے میری بچی درد سے تڑپ رہی ہوگی۔ اور تم اُس کے پاس پڑے سو رہے ہوگے۔"

ابھی مزید بھی کچھ کہتیں پر ڈاکٹر کے بُلانے پر دونوں اندر چلی گئیں۔

اور وہ دل ہی دل میں اللہ کے آگے ہاتھ جوڑ کر کھڑا ہوگیا۔

"اندر موجود تخلیق کی آخری سختیوں سے گزرتی عورت آپکی عطا کردہ نعمتوں میں سے میرے دل کے بہت قریب ہے۔ آپکو آپکے محبوب ﷺ کا واسطہ! اُس پہ اپنی رحمت کریں۔ اُسکی تکلیف میں کمی کریں۔ اُسکو اپنی امان میں رکھیں۔ میں نے اُسکو آپکی پناہ میں دیا۔ آپکی پناہ سے بڑی کر میرے پاس کوئی قلعہ نہیں جہاں میں اُسکو محفوظ رکھ سکوں۔"

وہ ننگے پاؤں بیرونی دروازے کی سیڑھیوں پہ آنکھیں موندے بیٹھا تھا۔ جب اندر سے نومولود کے رونے کی آواز آئی۔ پہلے اُس نے بے یقینی سے آنکھیں کھولیں پھر گردن موڑ کر اندر کی جانب دیکھا وہاں سے آتی خواتین کی ہنسی کی آواز سُن کر مُسکرا دیا۔ دروازے سے باہر نظر آتے آسمان کی جانب نگاہ کرکے ہنستے ہوئے بولا۔

"تھینک یو سوہنیو! تُسی گریٹ او!!۔۔"

ابھی دن بھی نہیں نکلا تھا۔ جب دونوں کے گھر سے والد بھی آگئے۔ صبح تک ثمرہ بھی بچوں کے ساتھ پہنچ گئی۔

وہ دو بیڈ روم کا ہریالی میں گھرا لگژری کاٹج جو ابسام نے یہ سوچ کر پورے ہفتے کے لیے بُک کروایا تھا کہ چھٹیاں یہاں گُزارے گا سب کو اتنا بھایا کہ کوئی بھی وہاں سے نکلنے کو تیار نہ ہوا۔ ساری صورتحال میں امثال کو اپنے شوہر کی شکل پر بارہ بجے دیکھ دیکھ کر ہنسی آتی جو جواب میں اُسکو مصنوعی گھوریوں سے نوازتا۔ وہ اُس پر غُصہ کرنا بھی چاہتا تو نہیں کر سکتا تھا۔

آج وہ ایک ہفتے کی چھٹی گُزار کر واپس آفس گیا ہوا تھا۔ جہاں سے شام ڈھلے ہی واپسی ہوئی۔ سوائے اُسکے ابو' دادا اور اعجاز ماموں کے باقی ساری فیملی سٹنگ روم کے کارپٹ پہ دسترخوان بچھائے ڈنر کرنے میں مصروف تھے۔ الماس آ نہیں پائی تھیں۔ مگر ہر روز وڈیو چیٹ ہو رہی تھی۔

وہ سب پہ سلامتی بھیجتا ہوا اندر کی جانب بڑھ گیا۔ دروازے سے دور ہی تھا۔ امثال کی آواز کانوں میں پڑی۔ جو فلک شیر اُرف شیر و کو ڈانٹ رہی تھی۔

"شیر و، میری جان! ایسے نہ کودو! ابھی تمہاری بہن بڑی نازُک سی ہے۔ اُس کے اوپر تمہارا ایک پاؤں بھی آ گیا نا تو مر جائے گی۔"

شیر و کی ہنسی اور امثال کی جھنجھلائی ہوئی آواز، اُس نے دروازہ کھولا۔

سُرخ ٹراؤزر پہ سفید شرٹ پہنی ہوئی تھی۔ بالوں کو ڈھیلے سے جوڑے میں باندھا ہوا تھا۔ بیڈ کی پائنتی کی جانب درمیان میں کھڑی ہو کر فلک شیر کو پکڑنے کی کوشش میں تھی۔ جو ہاتھ نہیں آ رہا تھا۔ چھوٹی فجر بیڈ کے درمیان بے خبر سو رہی تھی۔ جب شیر و کودتا تو ڈر کے ہاتھ اوپر کو اُٹھاتی ضرور پر جاگتی پھر بھی نہیں تھی۔ آخر بہن کس کی تھی۔

امثال کی نظر شوہر پہ پڑی تو بیٹے کو ڈرانے کی نیت سے بولی۔

"تمہارے بابا آ گئے ہیں۔ میں انکو کہتی ہوں۔ تمہاری پٹائی کریں۔"

"بابا پٹائی نہیں کرتے۔ پاری کرتے ہیں۔"

"اگر بہن کو رُلاؤ گے تو پٹائی ہی کریں گے۔"

ابسام کمرے میں داخل ہوتے ہوئے بولا۔

"شہزادے کیا کر رہے ہو؟"

"جمپ کر رہا ہوں۔"

اس دفعہ پھر اُس نے جمپ مارا تو فجر کُچھ زیادہ ہی مائینڈ کر گئی۔ پورے جوش سے رونے لگی۔ شیر و کا منہ زیرو کی شیپ میں کُھلا۔ پہلے حیرت سے ماں کو دیکھا پھر باپ کو اُسکے بعد فجر کے قریب گرنے کے انداز میں بیٹھ کر اُسکو زور زور سے تھپکنے لگا۔ ابسام تیزی سے آگے آیا۔ اور بیٹے کو گود میں اُٹھالیا۔ امثال فجر کی جانب متوجہ ہو گئی۔

"ہتھوڑے کی طرح ضرب مارتے ہو یار ابھی اپنا لاڈ پیار دکھانے سے پرہیز کیا کرو۔"

جواب میں شیر و منہ بسورتے ہوئے بولا۔

"بے بی گندی ہے۔"

"کیوں؟۔"

"روتی ہے۔"

عہدِ وفا

ایمان پریشے کا پاک سوسائٹی کے لیے لکھا گیا مُنفرد ناول، مُحبت کی داستان جو معاشرے کے رواجوں تلے دب گئی، پڑھنے کے لئے یہاں کلک کریں۔

بُجھ نہ جائے دِل دیا

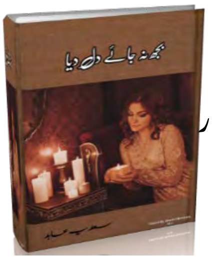

سعدیہ عابد کا پاک سوسائٹی کے لیے لکھا گیا شاہکار ناول، مُحبت، نفرت، عداوت کی داستان، پڑھنے کے لئے یہاں کلک کریں۔

قفس کے پنچھی

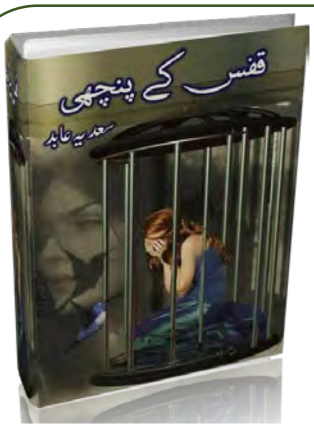

سعدیہ عابد کا پاک سوسائٹی کے لیے لکھا گیا شاہکار ناول، علم و عرفان پبلشرز لاہور کے تعاون سے جلد، **کتابی شکل** میں جلوہ افروز ہو رہا ہے۔

آن لائن پڑھنے کے لئے یہاں کلک کریں۔

جہنم کے سوداگر

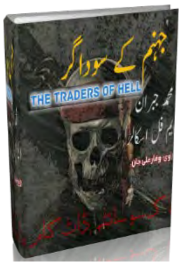

مُحمد جبران (ایم فِل) کا پاک سوسائٹی کے لیے لکھا گیا ایکشن ناول، پاکستان کی پہچان، دُنیا کی نمبر 1 ایجنسی آئی ایس آئی کے اسپیشل کمانڈو کی داستان، پڑھنے کے لئے یہاں کلک کریں۔

شہیدِ وفا

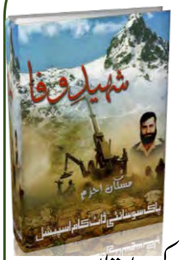

مُسکان احزم کا پاک سوسائٹی کے لیے لکھا گیا ناول، پاک فوج سے مُحبت کی داستان، دہشت گردوں کی بُزدلانہ کاروائیاں، آرمی کے شب و روز کی داستان پڑھنے کے لئے یہاں کلک کریں۔

آپ بھی لکھیے:

کیا آپ رائٹر ہیں؟؟؟۔ آپ اپنی تحاریر پاک سوسائٹی ویب سائٹ پر پبلش کروانا چاہتے ہیں؟؟؟

اگر آپکی تحریر ہمارے معیار پر پُورا اُتری تو ہم اُسکو عوام تک پہنچائیں گے۔ **مزید تفصیل کے لئے یہاں کلک کریں۔**

پاک سوسائٹی ڈاٹ کام، پاکستان کی سب سے زیادہ وزٹ کی جانے والی کتابوں کی ویب سائٹ، پاکستان کی ٹاپ 800 ویب سائٹس میں شُمار ہوتی ہے۔

http://paksociety.com http://paksociety.com http://paksociety.com http://paksociety.com http://paksociety.com http://paksociety.com

"تم ایسا برتاؤ کرو گے تو اُس بیچاری نے رونا ہی ہے۔"

ابسام اُسکو گود میں لیے ہی بیڈ پہ نیم دراز ہو گیا۔

شیرو اُس کے پیٹ پہ بیٹھا اُسکی جیکٹ میں لگا پین اُتارنے کے چکر میں تھا۔

"میں نے بلی لینی ہے۔"

"ہاں تا کہ تم دو دن میں اُسکی گردن مروڑ کر مار دو۔"

امثال نے فجر کو چُپ کروا کر واپس لٹاتے ہوئے کہا۔ شیرو کو ماں کی بات زیادہ پسند نہیں آئی۔

جبکہ ابسام مُسکراتے ہوئِے بتانے لگا۔

"باہر ثمرہ اپو کے پاس بلی ہے۔ جاؤ جا کر لے لو۔"

شیرو کی آنکھیں چمک اُٹھیں۔

"اپو؟ بلی؟۔۔"

ابسام نے ہنستے ہوئے اُسکو اُتار کر نیچے فرش پہ کھڑا کیا۔

دوسرے پل وہ بلی بلی کرتا باہر کو بھاگ گیا۔

ابسام واپس لیٹ گیا۔

جہاں ابسام کا سر تھا۔ وہیں ایک ہاتھ کی دوری پہ وہ بیٹھی ہوئی تھی۔

"آج تو صاحب جی کافی تھکے ہوئے لگ رہے ہیں۔"

اُس نے ہاتھ بڑھا کر ابسام کے بالوں کو چُھوا۔ ڈارک گرے فارمل سوٹ پر گہری نیلی ٹائی میں وہ صحت مند و توانا' ہینڈسم مرد تھا۔

"نہیں بس ٹھیک ہی ہے۔ تم سُناؤ طبیعت ٹھیک ہے؟"

"تمہارے سامنے ہوں۔ وہ میں نے ایک درخواست کرنی تھی۔"

"بولو"!

"یہ جگہ سب کو بڑی پسند آئی ہے۔ کیا ایسا نہیں ہو سکتا ہم یہاں ایک ہفتے کی بجائے ایک مہینہ رُک جائیں۔"

ابسام نے آنکھیں کھول کر اُسکو دیکھا۔

"دانت پیستے ہوئے بولا۔ "اور کُچھ۔؟۔۔"

"تھینک یو۔۔۔"

امثال نے سر جُھکا کر اپنے لب اُسکی پیشانی پہ رکھے۔

"اور کُچھ۔۔؟۔"

"آئی لو یو۔۔۔"

"کیا کہا؟۔۔"

"آئی لو یو۔۔"

"آواز نہیں آئی۔دوبارہ بولو۔۔"

"ابسام سکندر!امثال ابسام لوز یو ویری مچ!!!۔۔۔"

وہ مسلسل آنکھیں بند کیئے مُسکرا رہا تھا۔

"ویری مچ سمجھ آیا ہے۔اُس سے پہلے جو بولا وہ سُنائی نہیں دیا۔"

اب کے وہ اُس کے کان کے قریب جُھکی اور پوری قوت سے حلق پھاڑ کر چلائی۔

"آئی لو یو۔۔۔۔۔!!۔۔"

وہ اپنے کان میں اُنگلی مارتا اُٹھ کر بیٹھ گیا۔

کُھلے دروازے سے ثمرہ شیرو کی انگلی تھامے بڑبڑاتی ہوئی اندر آئی۔

"ایک تو جب بھی میں کھانا کھانے بیٹھتی ہوں۔اُسی وقت تمہارے بیٹے کو پی شی آتا ہے۔بھائی!آپ بہرے کب سے ہوئے ہیں؟اور یہاں کیا کر رہے ہیں؟۔۔"

"جھک مار رہا ہوں۔آؤ تم بھی شامل ہو جاؤ۔۔۔"

وہ اُٹھ کر باہر نکل گیا۔

امثال کی ہنسی نے دور تک پیچھا کیا۔

ثمرہ شیرو کو لیکر باتھ روم میں چلی گئی۔

تنہائی پاتے ہی امثال کو ماضی کی یاد نے ایک پل کو گھیرا تو آنکھ میں بے اختیار نمی آ گئی۔

اپنے رب سے مخاطب ہو کر بولی۔

"بے شک آپ نے سچ فرمایا ہے۔آپ صبر کرنے والوں کے ساتھ ہیں۔میں نے تکلیف کے وقت میں صبر کیا۔آپ نے

میری تکلیف ختم کر دی۔ بے شک آپ سے بڑھ کر اپنے بندوں کا حامی اور کوئی نہیں۔۔۔۔ شُکر! الحمدُللہ!!۔۔"

اُس نے آنکھ سے بہنے والا اکلوتا آنسو صاف کیا اور مُسکرا دی۔

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

ختم شُد

آپکی قیمتی رائے کا انتظار رہے گا۔۔

پاک سوسائٹی ڈاٹ کام